قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (اٰل عمران: 74)

روزنامہ
الفضل
لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

بدھ 30 مارچ 2022ء | 27 شعبان 1443 ہجری قمری | 30 امان 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:77

ارشاد باری تعالیٰ

اَلۡیَوۡمَ یَئِسَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ دِیۡنِکُمۡ فَلَا تَخۡشَوۡہُمۡ وَاخۡشَوۡنِ ؕ اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَ رَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا

(المائدہ: 4)

ترجمہ: آج کے دن وہ لوگ جو کافر ہوئے تمہارے دین (میں دخل اندازی) سے مایوس ہو چکے ہیں۔ پس تم ان سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو۔ آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر میں نے اپنی نعمت تمام کر دی ہے اور میں نے اسلام کو تمہارے لئے دین کے طور پر پسند کرلیا ہے۔

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

چھ باتوں میں فضیلت

عَنۡ اَبِی ھُرَیۡرَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ فُضِّلۡتُ عَلَی الۡاَنۡبِیَاءِ بِسِتٍّ اُعۡطِیۡتُ جَوَامِعَ الۡکَلِمِ وَنُصِرۡتُ بِالرُّعۡبِ وَاُحِلَّتۡ لِیَ الۡغَنَاءِمُ وَجُعِلَتۡ لِیَ الۡاَرۡضُ مَسۡجِدًا وَطَھُوۡرًا وَاُرۡسِلۡتُ اِلَی الۡخَلۡقِ کَافَّۃً وَخُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوۡنَ

(مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے انبیاء پر 6 باتوں میں فضیلت دی گئی ہے، مجھے جوامع الکلم دیئے گئے ہیں اور رعب سے مجھے مدد دی گئی ہے اور غنیمتیں میرے لئے جائز کی گئی ہیں اور زمین میرے لئے پاکیزگی کا ذریعہ اور مسجد بنائی گئی ہے اور مجھے سب مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہے اور میرے ذریعہ نبیوں پر مہر لگائی گئی ہے۔

فرمان خلیفہ وقت

احمدی ہی ہیں اور ہمیشہ رہیں گے جو مقام ختم نبوت کا صحیح ادراک رکھتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح مقام سے دنیا کو روشناس کروا رہے ہیں۔ یہ اس لئے کہ ہمیں اس زمانے کے امام مسیح موعود اور مہدی معہود علیہ السلام نے بتایا کہ اگر خدا تعالیٰ تک پہنچنا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کو پکڑو کہ آپ ہی اب راہِ نجات ہیں۔ کوئی اَور ذریعہ نہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ ’’وہ ہے مَیں چیز کیا ہوں‘‘۔

(قادیان کے آریہ اور ہم، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 456)

آپ نے کبھی اپنے آپ کو بڑا نہیں ثابت کیا۔ ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑائی ہی بیان فرمائی۔

پھر اس الزام کو ردّ کرتے ہوئے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے، آپ علیہ السلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

’’یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے یہ ہم پر افترائے عظیم ہے۔ ہم جس قوّت، یقین، معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں اس کا لاکھواں حصہ بھی دوسرے لوگ نہیں مانتے اور ان کا ایسا ظرف ہی نہیں ہے۔ وہ اس حقیقت اور راز کو جو خاتم الانبیاء کی ختم نبوت میں ہے، سمجھتے ہی نہیں ہیں۔ انہوں نے صرف باپ دادا سے ایک لفظ سنا ہوا ہے مگر اس کی حقیقت سے بے خبر ہیں اور نہیں جانتے کہ ختم نبوت کیا ہوتا ہے اور اس پر ایمان لانے کا مفہوم کیا ہے؟ مگر ہم بصیرت تام سے (جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے ہم پر ختم نبوت کی حقیقت کو ایسے طور پر کھول دیا ہے کہ اس عرفان کے شربت

بقیہ صفحہ 16 پر

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

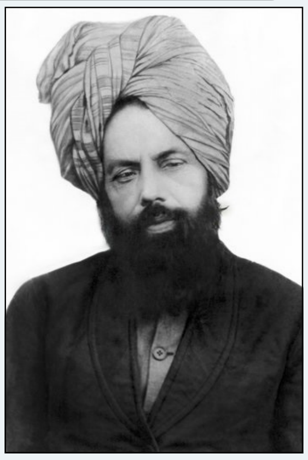

خاتم النبیین کا لفظ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بولا گیا ہے بجائے خود چاہتا ہے اور بالطبع اسی لفظ میں یہ رکھا گیا ہے کہ وہ کتاب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے وہ بھی خاتم الکتب ہو اور سارے کمالات اس میں موجود ہوں اور حقیقت میں وہ کمالات اس میں موجود ہیں۔

کیونکہ کلام الٰہی کے نزول کا عام قاعدہ اور اصول یہ ہے کہ جس قدر قوت قدسی اور کمال باطنی اس شخص کا ہوتا ہے جس پر کلام الٰہی نازل ہوتا ہے اسی قدر قوت اور شوکت اس کلام کی ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی اور کمال باطنی چونکہ اعلیٰ سے اعلیٰ درجے کا تھا جس سے بڑھ کر کسی انسان کا نہ کبھی ہوا اور نہ آئندہ ہوگا اس لئے قرآن شریف بھی تمام پہلی کتابوں اور صحائف سے اس اعلیٰ مقام اور مرتبہ پر واقع ہوا ہے جہاں تک کوئی دوسرا کلام نہیں پہنچا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی استعداد اور قوت قدسی سب سے بڑھی ہوئی تھی اور تمام مقاماتِ کمال آپؐ پر ختم ہو چکے تھے اور آپ انتہائی نقطہ پر پہنچے ہوئے تھے اس مقام پر قرآن شریف جو آپ پر نازل ہوا کمال کو پہنچا ہوا ہے اور جیسے نبوت کے کمالات آپ پر ختم ہو گئے، اسی طرح پر اعجاز کلام کے کمالات قرآن شریف پر ختم ہو گئے، آپؐ خاتم النبیین ٹھہرے اور آپ کی کتاب خاتم الکتب ٹھہری۔ جس قدر مراتب اور وجوہ اعجاز کلام کے ہو سکتے ہیں ان سب کے اعتبار سے آپ کی کتاب انتہائی نقطہ پر پہنچی ہوئی ہے۔

یعنی کیا باعتبار فصاحت و بلاغت، کیا باعتبار ترتیبِ مضامین، کیا باعتبار تعلیم، کیا باعتبار کمالاتِ تعلیم کیا باعتبار ثمراتِ تعلیم۔ غرض جس پہلو سے دیکھو اسی پہلو سے قرآن شریف کا کمال نظر آتا ہے اور اس کا اعجاز ثابت ہوتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف نے کسی خاص امر کی نظیر نہیں مانگی، بلکہ عام طور پر نظیر طلب کی یعنی جس پہلو سے چاہو مقابلہ کرو، خواہ بلحاظ فصاحت و بلاغت، خواہ بلحاظ مطالب و مقاصد، خواہ بلحاظ تعلیم خواہ بلحاظ پیشگوئیوں اور غیب کے جو قرآن شریف میں موجود ہے غرض کسی رنگ میں دیکھو یہ معجزہ ہے۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 375-376 ایڈیشن 2016ء)

اس شمارہ میں

- ظالم گِنے نہ لوٹنے والے گنے گئے (منظوم)
- رویت ہلال
- تبلیغ میں پریس اور میڈیا سے کس طرح کام لیا جاسکتا ہے
- کائنات کے کنارے تک سفر
- شفیق اور مہربان خاوند
- فرانس میں اسلام احمدیت کا تعارف

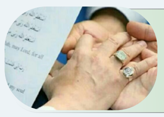

دربارِ خلافت

”مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں“

(الحدیث)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

بہرحال مَیں یہ کہہ رہا تھا کہ ان جنگ اور فساد میں ملوث ملکوں کی حالت تو ظاہر ہی ہے لیکن جن ملکوں میں بظاہر امن نظر آتا ہے، وہاں بھی مسلمان مسلمان کی گردنیں کاٹ رہا ہے۔ بنگلہ دیش کو ہی دیکھ لیں۔ حکومت اگر کسی کے خلاف کوئی قانونی کارروائی کر رہی ہے۔ قانونی طور پر کسی لیڈر کو سزا دی جاتی ہے تو اُس کے ہمدرد یا اُس سے تعلق رکھنے والے کھڑے ہو جاتے ہیں اور مار دھاڑ اور ظلم و تعدی شروع ہو جاتی ہے۔ جو معصوم ہیں ان کا بھی قتل ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ تو یہ کونسا اسلام ہے؟ کونسی قرآنی تعلیم ہے جس پر یہ مسلمان عمل کر رہے ہیں۔ جائزے لیں تو یہی نظر آئے گا کہ اس وقت ظلم و بربریت مسلمان ملکوں میں سب سے زیادہ ہے۔ یا اسلام کے نام پر مسلمان اس میں ملوث ہیں۔ یہ مسلمانوں کی یا نام نہاد مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو حقیقی مسلمان کی نشانی یہ بتائی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق کی وجہ سے اُس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے مضبوط ہوتا ہے اور پھر خاص طور پر مسلمان کے دوسرے مسلمان سے تعلق میں تو ایک خاص بھائی چارے کا بھی تعلق قائم ہو جاتا ہے۔ یہ بدقسمتی نہیں تو اور کیا ہے کہ جتنی توجہ نیک اعمال کرنے کی طرف اسلام نے دلائی ہے۔ امن، پیار اور محبت کے راستوں کی طرف چلنے کی توجہ اسلام نے دلائی ہے اتنے ہی مسلمان زیادہ بگڑ رہے ہیں۔ اتنے ہی زیادہ ان لوگوں میں ظالم پیدا ہو رہے ہیں۔ عیسائی ملکوں میں دیکھیں تو مسلمانوں کو ہی فتنے کا موجب ٹھہرایا جاتا ہے۔ اُن ملکوں کی جیلوں میں بھی کہا یہ جاتا ہے کہ آبادی کے لحاظ سے اگر نسبت دیکھیں تو مسلمان قیدی زیادہ ہیں۔ تو یہ مسلمانوں کی بگڑی ہوئی حالت ہی تھی جس کو سنوارنے کے لئے مسیح موعود نے آنا تھا اور آیا لیکن یہ کہتے ہیں کہ نہ ہمیں کسی مصلح کی ضرورت ہے اور نہ کسی مسیح کی ضرورت ہے۔ ہمارے لئے جو ہماری تعلیم ہے، یہی کافی ہے۔ اگر تعلیم کافی ہے تو علماء نے اپنے ذاتی اَناؤں اور مقاصد کے لئے یہ جو مختلف قسم کے گروہ بنائے ہوئے ہیں یہ کس لئے ہیں؟ ان کو صحیح اسلامی تعلیم پر کیوں نہیں چلاتے۔ کیوں اتنی زیادہ گروہ بندیاں ہیں اور ایک دوسرے کو پھاڑ ڈالنے پر تلے ہوئے ہیں۔ کیوں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا ادراک نہ خود حاصل کرتے ہیں نہ اپنے پیچھے چلنے والوں کو کرواتے ہیں کہ وَیَخۡشَوۡنَ رَبَّہُمۡ وَیَخَافُوۡنَ سُوۡٓءَ الۡحِسَابِ۔

پس ان کو نہ اپنے رب کا خوف ہے، نہ آخری دن کے حساب کتاب کا۔ اور معصوم اور دین سے بے بہرہ عوام کو یہ لیڈر بھی اور یہ فتوے دینے والے بھی اپنی من گھڑت تعلیم اور تفسیر سے دھوکہ دیتے چلے جا رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عظیم پیغام کو جو رہتی دنیا تک جاری رہنے والا ہے کیونکہ آپ نے یہ فرمایا تھا کہ اس پیغام کو آگے پہنچاتے رہنا۔ یہ پیغام اُمّت کو دیا تھا کہ بھول نہ جانا، اس کو یہ علماء کہلانے والے لوگ بھول جاتے ہیں بلکہ نہیں، بھولتے نہیں۔ یہ کہنا چاہئے کہ اپنے مفادات کی خاطر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو پسِ پشت ڈال کر، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو کوئی اہمیت نہ دے کر یقیناً یہ توہینِ رسالت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر بڑا واضح فرمایا تھا کہ آج کے دن تمہارے خون، مال، تمہاری آبروئیں تم پر حرام اور قابلِ احترام ہیں۔ بالکل اسی طرح جس طرح تمہارا یہ دن، تمہارے اس شہر میں، تمہارے اس مہینہ میں واجب الاحترام ہے۔ اے لوگو! عنقریب تم اپنے رب سے ملو گے، وہ تم سے پوچھے گا کہ تم نے کیسے عمل کئے۔ دیکھو میرے بعد دوبارہ کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں اڑانے لگ جاؤ۔ اور آگاہ رہو تم میں سے جو یہاں موجود ہے اُن لوگوں

بقیہ صفحہ 8 پر

ظالم گِنے نہ لوٹنے والے گِنے گئے

ظالم گِنے نہ لوٹنے والے گِنے گئے
لیکن ہمارے منہ کے نوالے گِنے گئے

خوبی ہماری گردِ تعصب میں چھپ گئی
الزام و عیب جتنے اچھالے گِنے گئے

کانٹوں سے ہی اُلجھتے رہے ہیں تمام عمر
گلشن میں ہم سے پھول نہ لالے گِنے گئے

پتھریلی گو زمینِ سخن تھی بہت مگر
جتنے بھی ہم نے شعر نکالے گِنے گئے

ہم زخمِ روزگار ہی کرتے رہے شمار
ہم سے نہ زندگی کے حوالے گِنے گئے

قدسیؔ! تمہارے یاد ہیں احساں ذرا ذرا
لیکن نہ تم سے پاؤں کے چھالے گِنے گئے

عبدالکریم قدسیؔ۔ امریکہ

آج کی دعا

اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡلِی وَارۡحَمۡنِی وَاھۡدِنِی وَارۡزُقۡنِی

(صحیح مسلم کتاب الذکر حدیث نمبر: 6849)

ترجمہ: اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما، مجھے ہدایت دے اور مجھے رزق عطا فرما۔

یہ سید ومولیٰ، پیارے رسول حضرت محمد ﷺ کی بخشش، رحمت اور ہدایت کی دعا ہے۔

پیارے قابل صد احترام آقا سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”پھر ایک دعا سکھائی۔ ابو مالک سے روایت ہے جو انہوں نے اپنے والد سے کی ہے کہ جب کوئی شخص اسلام قبول کرتا تو رسول اللہ ﷺ ان الفاظ میں دعا سکھایا کرتے تھے (مندرجہ بالا دعا) جیسا کہ میں نے پہلے کہا جس کو اللہ ہدایت دیتا ہے پھر ہمیشہ اس میں اُسے بڑھاتا بھی ہے۔ یہ کہیں رکنے والی چیز نہیں ہے۔ ہدایت تو ہمیشہ آگے لے جاتی ہے۔ جوں جوں انسان ہدایت یافتہ ہوتا ہے اس کا مقام بڑھتا چلا جاتا ہے“

(خطبہ جمعہ 27 فروری 2009ء)

مرسلہ: مریم رحمٰن

انیس رئیس۔ مبلغ انچارج جاپان

رؤیت ہلال

سنتِ رسول اورخوبصورت اسلامی روایت، قمری تقویم میں حکمتیں،
آغازِ اسلام میں رؤیت ہلال کا طریق اور علمی وسائنسی ذرائع سے چاند دیکھنا

آسمان کی وسعتیں اور اجرام فلک کی دلکشی ہمیشہ سے انسان کی مرکز نگاہ چلی آرہی ہے۔ انسانی تہذیب وشعور کے ارتقاء کے ساتھ علم فلکیات بھی ترقی کی منازل طے کرتے کرتے اب اس رفعت و بلندی کو چھو رہا ہے کہ انسان زمین کے مدار اور حدود سے باہر نکلتے ہوئے خلاؤں اور کہکشاؤں پر کمندیں ڈال رہا ہے۔

ظہورِ اسلام کے وقت یونانی مفکر بطلیموس (Ptolemy) کا نظریہ کائنات رائج تھا جس کے مطابق زمین کائنات کا مرکز ومحور ہے اور دیگر اجرامِ فلکی اس کے گرد گھوم رہے ہیں۔سولہویں صدی عیسوی میں پولینڈ کے ماہر فلکیات Copernicus نے یہ انقلابی نظریہ پیش کیا کہ ہماری کائنات کا مرکز زمین نہیں بلکہ سورج ہے۔ پس یہیں سے جدید سائنس نظام شمسی کے تصور سے آشنا ہوئی اور پہلی دفعہ یہ علم منصۂ شہود پہ ظاہر ہوا کہ زمین اور دیگر سیارے اپنے اپنے مرکز کے گرد گھومتے ہوئے، دائروں میں سورج کے گرد گردش کر رہے ہیں۔ جب مشہور اطالوی سائنسدان گلیلیو نے اپنی بنائی ہوئی دوربین سے مشاہدہ کرتے ہوئے ان نظریات کی تصدیق کی تو کلیسا کے ایوانوں میں گویا ایک زلزلہ برپا ہوگیا اور ایسے نظریات کے حامل لوگ دائرہ مسیحیت سے خارج قرار پائے اور انہیں سخت سزاؤں کا سامنا کرنا پڑا۔

لیکن قرآن کریم اپنے ماننے والوں کو کائنات کی پیدائش پر غور وفکر کی دعوت دیتا، شمس وقمر کو اللہ تعالیٰ کے نشان ٹھہراتا، ستاروں اور سیاروں کو آسمان کی زینت قرار دیتا اور انسانوں کو یہ سمجھاتا ہے کہ سورج اور چاند ماہ وسال کی گنتی اور کیلنڈر کی تقویم کے لئے منبعِ علم ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ

(یونس: 6)

ترجمہ: وہی ہے جس نے سورج کو روشنی کا ذریعہ بنایا اور چاند کو نور، اور اس کے لئے منزلیں مقرر کیں تا کہ تم سالوں کی گنتی اور حساب سیکھ لو۔

نیز فرمایا:

وَسَخَّرَ لَکُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۳﴾

(النحل: 13)

ترجمہ: اور اس نے تمہارے لئے رات کو اور دن کو اور سورج اور چاند کو مسخر کیا اور ستارے بھی اسی کے حکم سے مسخر ہیں۔ یقیناً اس میں ایسی قوم کے لئے جو عقل رکھتی ہے بہت بڑے نشانات ہیں۔

گویا ایک مسلمان آغاز اسلام سے ہی وحی قرآن کی بدولت اس بات سے آگاہ ہو جاتا ہے کہ شمس وقمر کی تخلیق خالق کائنات کی خاص نشانیوں میں سے ہے اور ان پر غور وفکر کرنے سے ایسے علوم کے دروازے کھلتے ہیں جو ہمارے لئے نہایت مفید مطلب اور کائنات کے سربستہ رازوں کو سمجھنے کے لئے ضروری ہیں۔ انہی علوم میں سے ایک علم تقویمِ قمری ہے۔ یعنی وہ کیلنڈر جس کی بنیاد چاند کے طلوع وغروب پر منحصر ہے۔

قمری تقویم مقرر کرنے میں حکمتیں

ماہ وسال کی تعیین کے لئے انسان ہزاروں سال سے سورج اور چاند سے مدد حاصل کرتا چلا آرہا ہے لیکن سورج سے وقت کی پیمائش کا سفر انتہائی کٹھن اور دشوار ثابت ہوا ہے اور ہر عہد کا انسان اپنی علمی استعداد کے مطابق اس میں کمی بیشی و ترمیمات کرتا چلا آرہا ہے۔ صدیوں کے سفر اور مرور زمانہ کے ردوبدل کے بعد 1582ء میں بالآخر پوپ گریگوری کے حکم پر موجودہ عیسوی کیلنڈر پر اتفاق ہوا۔ لیکن 4اکتوبر 1582ء کو جب گریگورین کیلنڈر نافذ ہوا تو اگلا طلوع ہونے والا دن 5اکتوبر نہیں بلکہ 15اکتوبر تھا۔ گویا حساب کتاب کی گزشتہ غلطیوں کے باعث دس دن غائب کئے بغیر درست کیلنڈر کی ترویج ممکن نہ تھی۔

اس کے بالمقابل قمری کیلنڈر نہ لیپ کے سال کا محتاج ہے اور نہ اس میں ایسی پیچیدگیاں ہیں کہ سال مکمل ہونے پر شب وروز کے حساب کتاب میں کچھ غلطی واقع ہو۔ بلکہ یہ ایک ایسی فطری تقویم ہے جس میں ہلال کا طلوع ہونا ایک نئے مہینہ کی آمد کا اعلان ہے۔ خالق کائنات نے تعیین ماہ وسال کی ذمہ داری چاند کو سونپ کر ایک طرف مسلمانوں پر یہ احسان فرمادیا کہ رمضان اور حج جیسی عبادات ہر سال مختلف دنوں میں آنے سے دنیا بھر کے مسلمان مختلف موسموں کا حظ اٹھاتے ہیں تو دوسری طرف علم وفن سے عاری اور اُمی معاشرہ ہو یا موجودہ دور کا پڑھا لکھا انسان دونوں یکساں طور پر تقویمِ قمری سے متمتع ہو سکتے ہیں۔

سورج اور زمین کی گردش کے لحاظ سے چاند کا زاویہ روزانہ تبدیل ہونے سے ہر روز چاند ایک نئی شکل میں ڈھلتا ہے۔ پہلے دن کا چاند جو ہلال کہلاتا ہے باریک لکیر کی مانند افق پر ظاہر ہو کر جلد غروب ہو جاتا ہے جبکہ اگلے دن کا چاند پہلے سے بڑا اور دیر تک افق پر موجود رہتا ہے۔ ساتویں تاریخ کا چاند عین وسط آسمان میں ظاہر ہوتا ہے۔ چودھویں کا چاند جو بدر کہلاتا ہے مکمل صورت میں پوری آب و تاب کے ساتھ مشرق سے طلوع ہوتا اور رات بھر فلک پر جلوہ گر رہتا ہے۔ اس کے بعد چاند کی روشنی اور اس کا سائز بتدریج کم ہوتے ہوئے اس حال کو پہنچتا ہے کہ گویا وہ ایک عرجونِ قدیم یعنی سوکھی ہوئی ٹہنی ہے۔

گویا علم فلکیات اور اجرام فلکی کا مشاہدہ آغاز اسلام سے ہی مسلمانوں کے تہذیب وتمدن کا حصہ چلا آرہا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی سائنسی کامیابیاں، علم ہیئت اور فلکیات میں بے مثال ترقی اس بات کا اعلان ہے اسلام کی آمد سے مذہب اور سائنس کے مابین صدیوں سے جاری چپقلش دراصل ختم ہو چکی ہے۔ قرآن کریم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو روشن سورج قرار دیتا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو آسمان ہدایت کے ستارے قرار دیتے ہیں۔ گویا مسلمانوں کے نزدیک اجرام فلکی کی حیثیت ہر لحاظ سے مسلم ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نئے چاند کو دیکھ کر دعا کرنا

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ مبارک سے ثابت ہے کہ آپ نئے چاند کا استقبال دعا سے کرتے اور اللہ تعالیٰ کے حضور امن وسلامتی کے لئے ملتجی ہوتے۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جب نیا چاند دیکھتے تو یہ دعا عرض کرتے۔

اَللّٰھُمَّ! اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِیْمَانِ، وَالسَّلَامَۃِ وَالْاِسْلَامِ، رَبِّی وَ رَبُّكَ اللّٰہُ

(الترمذی۔ کتاب الدعوات باب مایقول عند رویۃ الھلال)

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نیا چاند دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے۔

ھِلَالُ خَیْرٍ وَّرُشْدٍ، پھر تین دفعہ یہ فقرات دہراتے: اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُكَ مِنْ خَیْرِ ھٰذَا اور تین دفعہ ہی یہ دعائیہ فقرات پڑھتے اَللّٰھُمَّ! اِنِّی اَسْئَلُكَ مِنْ خَیْرِ ھٰذَا الشَّھْرِ وَخَیْرِ الْقَدْرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّہٖ

(المعجم الکبیر للطبرانی جلد 4 صفحہ 276)

یعنی آپ ہلال کو دیکھتے تو بھلائی اور ہدایت کی دعا کرتے اور تین دفعہ یہ التجا کرتے کہ اے اللہ میں تجھ سے خیر کا طلبگار ہوں اور تین دفعہ ہی یہ دعا عرض کرتے کہ اے اللہ میں تجھ سے اس مہینے کی خیر وبرکت کا طلبگار ہوں اور اس کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

حضرت عبد اللہ بن مطرف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نیا چاند دیکھتے تو یہ دعا مانگتے۔

ھِلَالُ خَیْرٍ وَّ رُشْدٍ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی ذَھَبَ بِشَھْرٍ کَذَا وَجَآئَ بِشَھْرٍ کَذَا، اَسْاَلُكَ مِنْ خَیْرِ ھٰذَا الشَّھْرِ وَنُوْرِہٖ وَبَرَکَتِہٖ وَھُدَاہُ وَطُھُوْرِہٖ وَمُعَافَاتِہٖ

(کنزالعمال 18047)

حضرت ابو جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر جب آپ نے رمضان کا چاند دیکھا تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور پھر یہ جامع دعا کی:۔

اللھم اھلہ علینا بالامن والایمان والسلامۃ والاسلام والعافیۃ المجللہ، ورفع الاسقام والعون علی الصیام والصلوۃ وتلاوۃ القرآن، اللھم سلمنا لرمضان وسلمہ لنا، وتسلمہ منا حتی یخرج رمضان وقد غفرت لنا ورحمتنا وعفوتنا

(فضائل رمضان لابن ابی دنیا۔ صفحہ 46 حدیث نمبر 20)

ایک اور روایت کے مطابق جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان المبارک کا چاند دیکھتے تو دعا کرتے: یہ چاند خیر و برکت کا ہے، یہ چاند خیر و برکت کا ہے، میں اس ذات پر ایمان رکھتا ہوں جس نے تجھے پیدا فرمایا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، 10 : 400، رقم: 9798)

رؤیت ہلال مسلمانوں معاشروں کی خوبصورت روایت

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ کی پیروی میں رؤیت ہلال کا پہلو کسی نہ کسی صورت مسلمانوں کی تہذیب وثقافت کا حصہ چلا آرہا ہے۔ عیدین اور رمضان کے چاند کو دیکھنے کے لئے غیر معمولی ذوق وشوق کا اظہار ایک طرف رمضان کی عظمت اور استقبال کا پہلو لیے ہوئے ہے تو دوسری طرف اسلامی تہوار کی ثقافتی جھلک کا عکاس ہے۔ کچھ دہائیوں پہلے تک رمضان اور عیدین کے چاند دیکھنے کے لئے لوگ اپنی چھتوں پر چڑھ آتے یا کھلے میدانوں میں نکل کر دُور افق کی طرف نظریں جمائے بڑی بے تابی سے رؤیت ہلال کا اہتمام کرتے تھے۔ اور جب چاند نظر آجاتا تو خوشی ومسرت دیدنی ہوتی اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ کی پیروی میں دعاؤں کے ساتھ نئے چاند کو خوش آمدید کہنے کا رواج عام تھا۔

امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں ذکر ملتا ہے کہ ’’آج رمضان المبارک کا چاند دیکھا گیا۔ بعد نماز مغرب خود حجۃ اللہ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) سقفِ مسجد پر رؤیت ہلال کے لئے تشریف لے گئے اور چاند دیکھا اور مسجد میں آ کر فرمایا کہ رمضان گزشتہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کل گیا ہے۔‘‘

(الحکم نمبر 44 جلد 6 مؤرخہ 10 دسمبر 1902ء صفحہ 8)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قادیان میں عید کا چاند دیکھنے کے اشتیاق کے بارہ میں ایک موقع کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:۔

’’جب لوگ چھتوں پر چاند کو دیکھنے کے لئے چڑھے تو میں بھی چھت پر چڑھا اور دوربین سے میں نے چاند کو دیکھنا چاہا۔ کیونکہ میری نظر کمزور ہے لیکن میں نہ دیکھ سکا اور بیٹھ گیا اچانک میرے کان میں ایک بچہ کی جو میرا ہی بچہ ہے آواز آئی جو یہ تھی کہ چاند دیکھ لیا۔ چاند دیکھ لیا۔ میں نے بھی چاند دیکھ لیا۔‘‘

(روزنامہ الفضل مؤرخہ 3 جون 1924ء)

رؤیت ہلال یعنی چاند دیکھنے کا اہتمام مسلم معاشروں کی ایسی روایت رہی ہے جس سے اسلامی تہذیب و ثقافت کا رنگ جھلکتا ہے۔

سائنسی علوم کی ترقی کے بعد بجائے اس کہ مسلمان علماء زمانے سے ہم آہنگ ہو کر مسلمان معاشرہ کو رؤیت ہلال کے جدید پہلوؤں سے آشنا کرتے اور اسلامی تہواروں کی عزت وعظمت میں اضافہ کا باعث بنتے اب یہ عالم ہے کہ رمضان اور عیدین کا آغاز دنیا بھر کے مسلمانوں کے نزدیک وجہ نزاع بنا رہتا ہے۔ کہیں تو مسلمان علماء شدت سے اس بات کے قائل نظر آتے ہیں کہ ظاہری آنکھ سے چاند دیکھے بغیر نئے قمری مہینہ کا آغاز ممکن نہیں تو کہیں جدید سائنسی ذرائع سے ناواقفیت اور اس کے استعمال سے اجتناب کی وجہ سے یہ مسئلہ ہنوز لاینحل ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیوں قبل جس وضاحت اور حکمت سے رؤیت ہلال کے اصول وضوابط عطا فرمائے تھے افسوس کہ مسلمان علماء اس میراث کو سنبھالنے سے قاصر رہے اور ثابت شدہ سائنسی حقائق سے استفادہ کی بجائے علوم جدیدہ کی راہ میں مزاحم ہونے لگے۔ اس موقع پر قارئین کے استفادہ کے لئے وہ راہنما تعلیم پیش خدمت ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال بیشتر بیان فرمائی تھی۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں رؤیت ہلال کا طریق

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رؤیت ہلال یا چاند دیکھنے کا طریق بیان کرتے ہوئے ہدایت فرمائی ہے کہ جب تم چاند دیکھو تو روزہ رکھنا شروع کرو اور جب (اگلا) چاند دیکھو تو روزہ رکھنا چھوڑ دو۔ اور اگر تمہارے ہاں مطلع ابر آلود ہو تو پھر اندازہ کر لیا کرو۔ حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:۔

عن ابْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنھما قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ إِذَا رَأَيْتُمُوْهُ فَصُومُوا، وَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُ فَأَفْطِرُوا، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوا لَهُ

(الجامع الصحیح البخاری۔کتاب الصوم باب ما یقال رمضان او شہر رمضان ومن رای کلہ واسعا)

اسی طرح سنن ابی داؤد کتاب الصیام کی روایت کے مطابق آپ نے ایک موقع پر فرمایا کہ:۔ فإن حال دونه غمامة فاتموا العدة ثلاثين ثم افطروا کہ اگر بادل وغیرہ حائل ہو جائے اور چاند نظر آنا ممکن نہ ہو تو پھر تیس روزے پورے کر کے عید مناؤ۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں زیادہ تر رمضان 29 دنوں کے تھے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق:۔

ما صمت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم تسعا وعشرین اکثر مما صمنا ثلاثین یعنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تیس دن کے روزے رکھنے سے زیادہ 29 دن کے روزے رکھے ہیں۔ یعنی آپ کی زندگی میں جو زیادہ تر رمضان آئے وہ 30 کی بجائے 29 دن کے تھے۔

(سنن ترمذی کتاب الصیام باب مَا جَاءَ أَنَّ الشَّهْرَ يَكُونُ تِسْعًا وَعِشْرِينَ)

ان احادیث سے پتا چلتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں علم ہیئت کے مطابق قمری مہینوں کے دنوں کے بارہ میں مروجہ اصولوں سے استفادہ کیا جا رہا تھا۔ اور اس بات پر یقین تھا کہ علم ہیئت کے وضع کردہ اصولوں کے مطابق ایک قمری مہینہ یا تو 29 دن کا ہو سکتا ہے یا 30۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ہم ان پڑھ لوگ ہیں نہ ہم لکھنا جانتے ہیں اور نہ حساب وکتاب، مہینہ ایسا، ایسا اور ایسا ہوتا ہے، (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے بتایا)‘‘ راوی حدیث سلیمان نے تیسری بار میں اپنی انگلی بند کر لی، یعنی مہینہ انتیس یا تیس دن کا ہوتا ہے۔

(سنن ابی داؤد کتاب الصیام باب الشَّهْرِ يَكُونُ تِسْعًا وَعِشْرِينَ)

رؤیتِ ہلال انفرادی کی بجائے معاشرتی ذمہ داری

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’مہینہ انتیس دن کا (بھی) ہوتا ہے لہٰذا چاند دیکھے بغیر نہ روزہ رکھو، اور نہ ہی دیکھے بغیر روزے چھوڑو، اگر آسمان پر بادل ہوں تو تیس دن پورے کرو‘‘۔ راوی کا بیان ہے کہ جب شعبان کی انتیس تاریخ ہوتی تو ابن عمر رضی اللہ عنہما چاند دیکھتے اگر نظر آ جاتا تو ٹھیک اور اگر نظر نہ آتا اور بادل اور کوئی سیاہ ٹکڑا اس کے دیکھنے کی جگہ میں حائل نہ ہوتا تو دوسرے دن روزہ نہ رکھتے اور اگر بادل یا کوئی سیاہ ٹکڑا دیکھنے کی جگہ میں حائل ہو جاتا تو صائم ہو کر صبح کرتے۔ راوی کا یہ بھی بیان ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما لوگوں کے ساتھ ہی روزے رکھنا چھوڑتے تھے، اور اپنے حساب کا خیال نہیں کرتے تھے۔

(سنن ابی داؤد کتاب الصیام باب الشَّهْرِ يَكُونُ تِسْعًا وَعِشْرِينَ)

اسی طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رؤیت ہلال کے ضمن میں معاشرتی اور اجتماعی شیرازہ قائم رکھنے کی تعلیم عطا فرمائی ہے اور ایسے معاملات میں انفرادی نہیں بلکہ جماعتی پہلو کو ترجیح دینے کی نصیحت فرمائی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’وفطركم يوم تفطرون واضحاكم يوم تضحون‘‘ یعنی ’’تمہاری عید الفطر اس دن ہے جس دن تم افطار کرتے ہو اور عید الاضحیٰ اس دن ہے جس دن تم قربانی کرتے۔‘‘

(سنن ابی داؤد کتاب الصیام باب إِذَا أَخْطَأَ الْقَوْمُ الْهِلاَلَ)

یعنی روزہ اور عیدین کے چاند کے بارہ میں جب اجتماعی اور معاشرتی سطح پر ایک فیصلہ ہو جائے تو پھر اسی پر عمل کیا جائے۔

دنیا بھر میں ایک ہی دن رمضان اور عید کے آغاز کا مسئلہ

قرآن کریم فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ کا اصول بیان فرماتا ہے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ آیت کے اس حصہ کی تشریح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’رمضان بھی بعینہٖ ایک ہی تاریخ کو ہر جگہ شروع نہ ہوتا ہے، نہ ہو سکتا ہے۔ ممالک بدل جائیں پھر تو ویسے ہی ناممکن ہے۔ کیونکہ اگر جب بھی رمضان کا چاند طلوع ہوگا۔ اس وقت کسی جگہ گھپ اندھیرا، آدھی رات ہوگی۔ کسی جگہ صبح کا سورج طلوع ہو رہا ہوگا۔ کسی جگہ دوپہر ہوگی، کسی جگہ عصر کی نماز پڑھی جا رہی ہوگی۔ تو کیسے ممکن ہے کہ خدا نے جو نظام پیدا فرمایا ہے اس کے برعکس احکام جاری فرمائے۔ اس لئے ’’من شھد‘‘ کا مضمون جو ہے بہت ہی اہمیت رکھتا ہے۔ ہرگز خدا کا یہ منشاء نہیں کہ سب اکٹھے روزے رکھیں اور اکٹھے ختم کریں۔ ہرگز یہ منشاء نہیں کہ تمام دنیا میں ایک دن عید منائی جائے یا سارے ملک میں اگر وسیع ملک ہے ایک ہی دن عید منائی جائے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 19 جنوری 1996ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 8 مارچ 1996ء)

ہر ملک اور خطہ کی رؤیت کا فیصلہ اس علاقہ کے مطابق ہوگا

نئے چاند کا فیصلہ ہر ملک اور خطہ کے جغرافیائی حالات کے پیش نظر

ہوگا۔ اس سلسلہ میں صحاح ستہ کے مؤلفین اور علماء بڑی صراحت سے درج ذیل حدیث بیان کر کے ہر ملک اور خطہ کے مطابق رؤیت ہلال کے اصول کو بیان فرما رہے ہیں۔ اس روایت کے مطابق:۔

کریب کو سیّدہ ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف ملک شام کو بھیجا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں شام گیا اور جو کام سپرد تھا وہ کیا۔ شام میں قیام کے دوران انہوں نے جمعہ کی رات کو رمضان کا چاند دیکھا اور پھر واپس مدینہ کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے (شام میں) چاند کب دیکھا تھا۔ میں نے کہا جمعہ کی رات کو۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا تم نے خود چاند دیکھا تھا؟ میں نے کہا ہاں اور دوسرے لوگوں نے بھی دیکھا تھا اور حضرت معاویہ سمیت دیگر لوگوں نے اس کے مطابق روزہ رکھا تھا۔ اس پر حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ ہم نے ہفتہ کی شب چاند دیکھا تھا۔ لہٰذا ہم اسی کے مطابق رمضان کے تیس روزے رکھیں گے یا چاند نظر آیا تو اسی صورت میں عید کریں گے۔ روای بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن عباس سے کہا کہ کیا آپ کے لئے حضرت معاویہ کا چاند دیکھ لینا اور اس کے مطابق روزہ رکھنا کافی نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح حکم فرمایا ہے۔ اس حدیث کو صحاح ستہ کے ائمہ نے درج ذیل ابواب کے تحت بیان کر کے ہر ملک اور جغرافیہ کے مطابق رؤیت کے اصول کو تسلیم فرمایا ہے:۔

صحیح مسلم باب الصیام باب بَیَانِ اَنَّ لِکُلِّ بَلَدٍ رُؤْیَتَھُمْ وَاَنَّھُمْ إِذَا رَاَوُا الْھِلَالَ بِبَلَدٍ لَایَثْبُتُ حُکْمُہُ لِمَا بَعُدَ عَنْھُمْ یعنی ہر خطہ کی رؤیت الگ ہوگی اور ایک علاقہ کے لوگوں کے چاند دیکھنے سے دوسروں پر یہ حکم واجب نہیں ہوگا۔

سنن نسائی کتاب الصیام بَابُ: اخْتِلَافِ اَھْلِ الآفَاقِ فِی الرُّؤْیَةِ یعنی رؤیت میں افق کے اختلاف کا امکان موجود ہے۔

(سنن ترمذی کتاب الصیام باب مَا جَاءَ لِکُلِّ اَھْلِ بَلَدٍ رُؤْیَتُھُمْ)

ہر خطہ کے لوگوں کے لئے رؤیت الگ ہوگی۔

گواہی اور شہادتوں کے ذریعہ رمضان کا اعلان

عن ابن عباس قال: جاء اعرابی إلی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، فقال: إنی رایت الھلال، قال: اتشھد ان لا إلہ إلا اللّٰہ، اتشھد ان محمدا رسول اللّٰہ قال: نعم، قال: یا بلال اذن فی الناس ان یصوموا غدا

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک اعرابی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا: میں نے چاند دیکھا ہے، آپ نے فرمایا: ’’کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور کیا گواہی دیتے ہو کہ محمد اللہ کے رسول ہیں؟‘‘ اس نے کہا: ہاں دیتا ہوں، آپ نے فرمایا: ’’بلال! لوگوں میں اعلان کر دو کہ وہ کل روزہ رکھیں‘‘

(سنن ترمذی کتاب الصیام باب مَا جَاءَ فِی الصَّوْمِ بِالشَّھَادَةِ)

رؤیت ہلال کے لئے علمی و سائنسی ذرائع کا استعمال

رؤیت ہلال سے اصل مقصود چاند کی محبت و کشش نہیں بلکہ مراد یہ تھی کہ نئے چاند کے ذریعہ ماہ و سال کی تعیین کی جا سکے۔ اس کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند دیکھنے اور رؤیت کے مطابق رمضان کے آغاز اور عید منانے کی نصیحت فرمائی۔ لیکن جب سائنس اور ثابت شدہ حقائق نے شمس و قمر کی گردش اور لیل و نہار کی تبدیلی کے اصول وضع کر دیے تو ان سے استفادہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء کے برخلاف نہیں بلکہ عین مطابق ہے۔

درج ذیل امور سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ رؤیت ہلال کے لئے جدید علوم اور ذرائع سے استفادہ کرنا بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے عین مطابق ہے:۔

1۔ بادلوں وغیرہ کی وجہ سے جب ظاہری آنکھ چاند دیکھنے سے قاصر رہے تو آپ نے ’’فَاقْدِرُوالَہٗ‘‘ کا بھی حکم دیا ہے۔ یہ الفاظ علمی اور سائنسی ذرائع سے رؤیت کا دروازہ کھولتے ہیں۔ فَاقْدِرُوالَہٗ کا مطلب ہے کہ پھر اندازہ اور حساب کتاب سے کام لیا جائے۔

2۔ چاند کا معاملہ مشتبہ ہو جائے تو آپ نے تیس روزے پورے کرنے کی نصیحت فرمائی ہے۔ قمری مہینہ کے دن انتیس یا زیادہ سے زیادہ تیس ہوں گے۔ اس بات کا علم بھی تو اُس زمانہ کے مروجہ فلکیاتی حساب کے ذریعہ ہوا تھا۔ پس اگر آئندہ فلکیاتی اور سائنسی علوم ترقی کر جائیں تو ان سے استفادہ کیسے ممنوع ہو سکتا ہے؟

3۔ یہ بات خلاف عقل ہوتی اگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسی قوم کو علم فلکیات کے اصول سمجھاتے جو عمومی طور پر لکھنے پڑھنے سے نابلد اور حساب کتاب کے اصولوں سے ناواقف تھے۔ پس اس زمانہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کی رویت کے لیے ایسے طریقہ کار کا حکم دیا، جو زمانہ کے حالات سے بکلی ہم آہنگ تھا۔ پس اگر اس ترقی یافتہ زمانے میں چاند پتہ کرنے کے لیے دوسرے یقینی ذرائع میسر ہیں تو ان ذرائع کے استعمال میں کیا قباحت ہو سکتی ہے؟

4۔ نئے چاند کے بارہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہی کا اصول قبول فرمایا ہے۔ بلکہ ایک سادہ دیہاتی کی گواہی قبول فرماتے ہوئے عید کے دن کے اعلان میں ردو بدل فرمادیا۔ تو کیا ماہرین فلکیات کے وضع کردہ اصول بطور گواہی نہیں سمجھے جا سکتے ہیں۔

5۔ چاند دیکھ کر رمضان کا آغاز کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے آپ نے اس بات سے منع نہیں فرمایا کہ کوئی دوسرا طریقہ کار اختیار نہ کیا جائے۔ معاملہ مشتبہ ہونے کی صورت میں ’’فاقدرو‘‘ یا پھر تیس روزے پورے کرنے کی نصیحت سے پتا چلتا ہے کہ ظاہری آنکھ کی رویت کے علاوہ بھی طریق کار اختیار کرنا جائز ہے۔

6۔ سورج اور چاند کی گردش کے بارہ میں ماہرین فلکیات جو معلومات مہیا کرتے ہیں وہ بعینہٖ درست ثابت ہوتی ہیں۔ گزشتہ صدیوں کے علاوہ آئندہ زمانے کے بھی چاند اور سورج گرہن کے کیلنڈرز بن چکے ہیں۔ نمازوں کے لئے دھوپ گھڑی کی بجائے سورج کی حرکت سے وابستہ گھڑیاں سامنے آچکی ہیں۔ سحر و افطار ماہرین فلکیات کی فراہم کردہ معلومات کے مطابق چل رہے ہوتے ہیں تو صرف رؤیت ہلال کے مسئلہ کو آنکھ کی ظاہری رؤیت سے منسلک کر سمجھ سے بالا ہے۔

تیز ترین صنعتی ترقی اور دیہاتوں سے شہروں کی طرف منتقل ہونے کے رجحان کے علاوہ چاند کی پیدائش اور طلوع ہلال کے بارہ میں سائنسی و تکنیکی علوم کے فروغ کے بعد چاند دیکھنے کے لئے ظاہری رؤیت کے ساتھ ساتھ نئے ذرائع سے استفادہ شروع ہوا۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

’’اِن ملکوں میں جو مغربی ممالک ہیں، یورپین ممالک ہیں نہ ہی حکومت کی طرف سے کسی رؤیت ہلال کا انتظام ہے اور نہ ہی اس کا اعلان کیا جاتا ہے۔ اس لئے ہم چاند نظر آنے کے واضح امکان کو سامنے رکھتے ہوئے روزے شروع کرتے ہیں اور عید کرتے ہیں۔ ہاں اگر ہمارا اندازہ غلط ہو اور چاند پہلے نظر آ جائے تو پھر عاقل بالغ گواہوں کی گواہی کے ساتھ، مومنوں کی گواہی کے ساتھ کہ انہوں نے چاند دیکھا ہے پہلے بھی رمضان شروع کیا جا سکتا ہے۔ ضروری نہیں کہ جو ایک چارٹ بن گیا ہے اس کے مطابق ہی رمضان شروع ہو۔ لیکن واضح طور پر چاند نظر آنا چاہئے۔ اس کی رؤیت ضروری ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ ہم ضرور غیر احمدی مسلمانوں کے اعلان پر بغیر چاند دیکھے روزے شروع کر دیں اور عید کر لیں یہ چیز غلط ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس بات کو اپنی ایک کتاب سرمہ چشم آریہ میں بھی بیان فرمایا۔ حساب کتاب کو یا اندازے کو ردّ نہیں فرمایا۔ یہ بھی ایک سائنسی علم ہے لیکن رؤیت کی فوقیت بیان فرمائی ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 3/ جون 2016ء)

آخری زمانہ میں سائنسی ذرائع سے چاند دیکھنے کی پیشگوئی

آخری زمانہ میں علوم فلکیات کی ترقی اور چاند کی رؤیت کے بارہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث واضح طور پر اشارہ کرتی ہے۔ اس حدیث کے الفاظ سے مترشح ہے کہ قرب قیامت کی علامتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہلال بڑا نظر آئے گا۔ گویا دوربینوں اور سائنسی آلات کی ایجاد کے بعد دور سے چاند کا دیکھ لینا ممکن ہو جائے

بقیہ صفحہ 12 پر

مولانا سید شمشاد احمد ناصر۔ امریکہ

تبلیغ میں پریس اور میڈیا سے کس طرح کام لیا جا سکتا ہے

ذاتی تجربات کی روشنی میں (قسط 39)

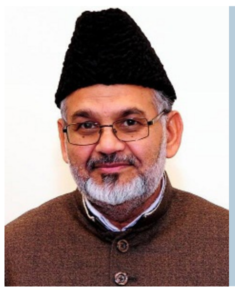

ڈیلی بلٹن جو یہاں کا ایک اہم اخبار ہے نے اپنی اشاعت 7 جنوری 2010ء صفحہ A7 پر خاکسار کا ایک مضمون شائع کیا ہے۔ جس کا عنوان ہے کہ

”اس سال کو امن اور اچھے کاموں والا بنانا چاہئے“

اس مضمون کو خاکسار نے اس طرح شروع کیا کہ آپ سب نے ٹی وی پر یہ اشتہار دیکھا ہے کہ نئے سال میں ”اپنے آپ کو بہترین شیپ میں رکھیں“ یعنی جسمانی صحت کا خاص خیال رکھیں۔ اور اس کے لئے Gym جائن کریں۔ کسی شک کے بغیر میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ اچھی نصیحت ہے لیکن میں یہاں رک گیا ہوں۔ اور یہ سوچنے لگا ہوں کہ کیا وجہ ہے کہ کبھی کسی نے یہ نہیں کہا کہ ”ہمیں نئے سال میں روحانی صحت کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔ “اپنی صحت کے بارے میں اس پہلو کو کیوں نظرانداز کیا جاتا ہے۔ صرف اپنے جسم کے ایک دو انچ کم کرنے کی طرف تو اتنی توجہ!

ہمیں اس نئے سال میں اخلاق، نرمی اور محبت سے دوسروں کا خیال رکھنا چاہئے اور اپنی بری عادتوں کو چھوڑنے کے ساتھ اچھے کاموں کی طرف بھی توجہ دینی چاہئے۔

خاکسار نے لکھا کہ آیئے ہم سب مل کر پیار و محبت کو عام کریں۔ اسلامی اصطلاح میں ہم ایک دوسرے کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہتے ہیں جس کا مطلب ہے کہ آپ پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی، برکت اور رحمت ہو۔

اس طرح کسی کو اچھی بات کہنا بھی اسلام میں صدقہ ہے یعنی نیکی ہے اسی طرح کسی کو مسکرا کر دیکھنا بھی نیکی ہے۔ اس کے علاوہ دوسروں کا خیال رکھنا، غرباء کے ساتھ ہمدردی انہیں کھانا دینا، بیماروں کی تیمارداری، ان کی ضروریات کا خیال رکھنا، بیواؤں اور حاجتمندوں اور یتامیٰ کا خیال رکھنا اسلام کی ایک اہم تعلیم ہے۔ ایک اور طریق جس سے معاشرہ میں امن قائم کرنے میں مدد مل سکتی ہے اور وہ یہ کہ کسی کے ساتھ بھی معاشرہ میں امتیازی سلوک نہ کیا جائے۔ خدا نے قرآن مجید میں ہمیں یہی تعلیم دی ہے کہ اگر آپ کا رنگ مختلف ہے، قبیلہ مختلف ہے، زبان مختلف ہے تو یہ آپ کی پہچان اور صرف پہچان ہی کے لئے ہے۔ ہم سب ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور یہی ایک خوبصورتی ہے۔ جس طرح پھول ایک دوسرے سے رنگوں میں اور خوشبو میں مختلف ہیں اسی طرح ہم مختلف ہیں لیکن یہ کوئی وجہ امتیاز نہیں ہے۔ یہ صرف سوسائٹی اور معاشرہ میں ہماری ایک پہچان ہے۔

اگر ہم ایک دوسرے کو معاشرہ میں انصاف کے ساتھ، وقار کے ساتھ، عزت و احترام کے ساتھ پیش آئیں خواہ اس کا کچھ رنگ ہو، زبان کچھ ہو، اس سے امن قائم کرنے میں مدد ملے گی۔ اس کی خوبیوں پر نظر رکھیں۔

خاکسار نے اس کی ایک مثال دی کہ گزشتہ دنوں امریکہ کی ایک ایئرلائن کے پائلٹ نے بڑی مہارت کے ساتھ پانی پر جہاز اتار کر بغیر کسی نقصان کے اپنے آپ کو ایوارڈ کا مستحق بنایا۔ یہ اس کی مہارت اور تجربہ تھا نہ اس کی جلد کا رنگ یا زبان یا قومیت۔

خاکسار نے بتایا کہ اسی طرح ہمیں اپنے گھروں میں خاوند اور بیوی کو ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہئے ایک دوسرے کی کمزوریوں کی پردہ پوشی کریں اس سے فیملی مضبوط ہوگی اور یہ ہمارے بچوں کے لئے بھی بہتر ثابت ہوگا۔

پھر معاشرہ میں ہمیں اپنے غریب اور نادار لوگوں کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔ اس سلسلہ میں ہمیں ہمسایوں کے حقوق سے بھی غفلت نہیں برتنی چاہئے۔ جب ہم ان سب باتوں کا خیال رکھیں گے تو لازماً یہ کام ہمیں حقیقی خوشی بہم پہنچائیں گے۔ اس کے علاوہ ہمیں آفات سے دوچار لوگوں کی مدد کے لئے اپنے تمام سورسز اور قوتوں کو بروئے کار لانا چاہئے۔ اس سلسلہ میں ہیومینیٹی فرسٹ میں اپنے عطیات جمع کرائیں۔ یہ ہیومینیٹی فرسٹ کا ادارہ سب سے پہلے یوکے میں 1994ء میں قائم ہوا تھا۔ اپنی خدمات کی وجہ سے اس وقت یہ ساری دنیا میں کام کر رہا ہے۔ موجودہ آفات میں اس ادارہ نے انڈونیشیا، سینٹرل امریکہ، ساؤتھ ایشیا اور دیگر ممالک میں بہت کام کیا ہے۔

یہ ادارہ اس وقت افریقہ کے دور دراز علاقوں میں پانی مہیا کرنے کے لئے کنویں اور ٹیوب ویل لگا رہا ہے تاکہ وہاں کے لوگوں کو صاف پانی پینے کے لئے میسر آسکے۔ اس پراجیکٹ کا نام ہے ”Water for Life“

یہ بات نہیں ہے کہ ہم کس طرح کسی کی مدد کرتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ ہم کو دوسروں کی مدد ہر حالت میں کرنی چاہئے۔ اس سے ہماری روحانی حالت ٹھیک ہوگی۔

ڈی سن نے اپنی اشاعت 7 جنوری 2010ء ”Opinion“ کے تحت خاکسار کا مندرجہ بالا مضمون من وعن شائع کیا ہے۔

ہفت روزہ پاکستان ایکسپریس نے اپنی اشاعت 8 جنوری 2010ء صفحہ 13 پر 9 تصاویر کے ساتھ ہمارے ویسٹ کوسٹ جلسہ سالانہ کی خبر شائع کی ہے۔ ایک تصویر میں مولانا اظہر حنیف صاحب تقریر کر رہے ہیں ایک تصویر میں مولانا نسیم مہدی صاحب (مشنری انچارج) تقریر کر رہے ہیں۔ ایک تصویر میں خاکسار سید شمشاد احمد ناصر تقریر کر رہا ہے۔ باقی تصاویر سامعین جلسہ کی ہیں۔

اخبار نے یہ شہ سرخی دی۔

امریکہ کے مغربی ساحل پر جماعت احمدیہ کے سالانہ جلسے کا انعقاد شمالی امریکہ، یورپ اور ایشیاء سے تقریباً 12 سو افراد کی شرکت۔ خلافت کی نعمت ہمیں ایک سو سال سے میسر ہے۔ امام شمشاد احمد ناصر کیلیفورنیا۔

جماعت احمدیہ ویسٹ کوسٹ کا 24 واں جلسہ سالانہ 25 دسمبر کو نماز جمعہ کے بعد شروع ہوا جو 27 دسمبر تک جاری رہا۔ جلسہ میں شمالی امریکہ کے علاوہ جنوبی امریکہ، یورپ اور روس سے آنے والے مہمان بھی شامل تھے۔ جلسہ کے آغاز میں ”ہستی باری تعالیٰ“ کے عنوان پر تقریر تھی۔ شام کے اجلاس میں دیگر ممالک سے آنے والوں نے خصوصی تقاریر کیں اور تبلیغ سے متعلق لائحہ عمل اور کوششوں پر روشنی ڈالی۔ ہفتے کے دن صبح کے اجلاس میں برکات خلافت پر امام شمشاد ناصر نے اور ہیومینیٹی فرسٹ کے بارے میں معلومات پر مبنی مکرم منعم نعیم نے تقریر کی۔

شام کے اجلاس میں امام اظہر حنیف صاحب نے امریکہ میں رہنے والے مسلمانوں کے فرائض اور اسلام کے پیغام کو امریکہ میں پھیلانے کی ضرورت پر زور دیا۔ ہفتہ کے روز خواتین نے بھی اپنا علیحدہ اجلاس کیا۔ اتوار کے دن آخری اجلاس میں نسیم مہدی صاحب، مشنری انچارج نے آنحضرت ﷺ کے بارے میں تقریر کی۔

اخبار نے لکھا کہ جلسہ سالانہ کی بنیاد جماعت احمدیہ کے بانی نے ایک سو سال سے زائد ہوا، ڈالی تھی۔ اس وقت پہلے جلسہ میں 75 افراد شامل ہوئے تھے اب دنیا کے ہر ملک میں جہاں جماعت احمدیہ کے افراد ہیں یہ جلسے منعقد کرتے ہیں۔

انڈیا پوسٹ نے اپنی اشاعت 8 جنوری 2010ء صفحہ 17 پر ہماری خبر شائع کی ہے۔ اس خبر میں جماعت احمدیہ کی طرف سے نارتھ ویسٹ ایئرلائن فلائٹ 253 کو دہشت گردی کا نشانہ بنانے کی کوشش پر مذمت پر مشتمل ہے۔

جماعت احمدیہ نے اس کی نہ صرف مذمت کی بلکہ ایسی کوشش کو سرے سے اسلام کے خلاف قرار دیا اور بتایا کہ قرآن کریم کی تعلیم تو یہ ہے کہ زمین پر فساد نہ پھیلاؤ اور یہ بھی تعلیم دی ہے کہ اگر ایک جان کو قتل کیا تو ساری انسانیت کو قتل کرنے کے مترادف ہے۔ ڈاکٹر نسیم رحمت اللہ نے جو امریکہ کے نائب امیر ہیں نے کہا کہ مسلمانوں کو تو امن اور پیار اور عزت و احترام کا درس دیا جاتا ہے اور یہ کام دہشت گردی کا ہے جس کی اسلام قطعاً اجازت نہیں دیتا۔ مسلمان جہاں کہیں بھی ہیں انہیں اس تعلیم پر عمل کرنا چاہئے۔

مسلمانوں کے علاقوں میں دہشت گردی کے واقعات بڑھنے پر جماعت احمدیہ کے روحانی پیشوا امرزا مسرور احمد نے نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ ”اپنی زندگیوں میں امن قائم کریں اور حضرت بانی جماعت احمدیہ مرزا غلام احمد قادیانیؑ نے یہ تعلیم دی ہے کہ دہشت گردی اور جارحانہ تلوار کا جہاد اسلام میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا اور نہ اسلام اس کی اجازت دیتا ہے بلکہ دلائل کے ساتھ امن کے ساتھ قلم کے جہاد کرنے کا حکم ہے۔ اس وقت جماعت احمدیہ ان تعلیمات کی روشنی میں ہر قسم کے جارحانہ تشدد اور دہشت گردی کی کلیۃً مذمت کرتی ہے۔

چینو چیمپئن نے اپنی اشاعت 9 جنوری 2010ء صفحہ B-5 پر ایک تصویر کے ساتھ مذہب کے عنوان سے ہماری خبر شائع کی ہے۔ جس کی شہ سرخی ہے ”دعاؤں سے بھری میٹنگ“ اخبار نے لکھا کہ بیت الحمید کے مہمانوں نے اپنے 24 ویں جلسہ سالانہ جس میں 1161 مہمانوں نے شرکت کی جو امریکہ کے مختلف شہروں اور گوئٹے مالا، آسٹریلیا اور بیلاروس سے شامل ہوئے تھے۔ تصویر میں شرکاء جلسہ دعا کر رہے ہیں۔

ہفت روزہ نیویارک عوام نے اپنی اشاعت 8 تا 14 جنوری 2010ء صفحہ 9 پر خاکسار کا مضمون بعنوان ”اس نئے سال کو امن، پیار، محبت نیز غرباء کی دیکھ بھال کا سال بنادیں“ خاکسار کی تصویر کے ساتھ شائع کیا ہے۔

اس مضمون میں خاکسار نے درج ذیل باتیں لکھی ہیں۔ پیار اور محبت سے ملنا ہی اصل اسلام ہے۔ السلام علیکم کہنے سے اور پھر مسکرا کر کہنے سے نہ صرف ثواب بلکہ اس کا دوسرے پر بہت اچھا اثر بھی ہوتا ہے یہ قرآنی تعلیم بھی ہے اور دعا بھی ہے۔

گھر والوں سے بھی اچھا سلوک کرو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو گھر والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے بارے میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی گواہی۔ مسلمانوں کی حالت پر افسوس کہ ذرا ذرا سی بات پر بیوی پر ہاتھ اٹھا لیتے ہیں۔

ایک ضروری بات یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ جھگڑنے سے بھی اجتناب کیا جائے۔ یہ جھگڑے کسی سے مذہب کی بنیاد پر کسی سے اس کے فرقہ کی بنیاد پر، کسی سے تجارت اور لین دین کی بنیاد پر، گویا سینکڑوں چیزیں ہیں جن پر بلاوجہ حجت بازی کر کے ہم دوسروں کو غصہ دلاتے ہیں اور پھر جھگڑتے ہیں۔

ایک بات جس سے امن قائم ہوسکتا ہے وہ معاشرے میں غرباء کا احترام اور ان کی ہر قسم کی خبرگیری کرنا ہے۔ اسی طرح بیوگان اور یتامیٰ کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔

معاشرہ کے علاوہ اس وقت بعض ممالک غربت کا شکار ہیں۔ ایک دوست نے مجھے ای میل پر ایک تصویر بھیجی۔ سوڈان کے علاقہ میں ایک بچہ بھوک سے مر رہا ہے اور ساتھ ہی ایک گدھ دکھایا گیا ہے کہ وہ اس بچے کے مرنے کے انتظار میں ہے تا کہ اس کا گوشت کھائے (انا للہ وانا الیہ راجعون) فوٹو گرافر کی اس تصویر پر انعام بھی ملا۔ لیکن اس نے بعد میں خودکشی بھی کر لی۔ پس خدا کے لئے اپنی دولت سے غرباء کا خیال رکھیں۔ اس بارے میں قیامت کے دن پوچھا جائے گا۔ ایک حدیث قدسی بھی درج کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کہے گا کہ میں بھوکا تھا، ننگا تھا، پیاسا تھا، گویا خدا کے بندوں کی خدمت کرنا گویا خدا تعالیٰ کے ساتھ ہی ایسا کرنا سمجھا جاتا ہے۔

ایک اور بات علماء اور مولوی صاحبان کو لکھی گئی ہے کہ وہ خدا کے لئے اپنے خطابات اور خطبات جمعہ میں ''پاک زبان'' کا استعمال کریں۔ ایسی نصائح کریں جن سے لوگوں پر اچھا اثر پڑے۔ اپنی تقاریر میں آنحضرت ﷺ کے اخلاق حسنہ اور آپ کی تعلیمات سکھائیں اور ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگانے سے باز رہیں۔ جتنا وقت اور محنت ان کو کافر بنانے میں خرچ کر رہے ہیں اتنی محنت دوسروں کو مسلمان بنانے میں لگائیں۔ خاکسار نے ذکر کیا کہ آج ہی پاکستان کے ٹی وی پر حیرت ہوئی یہ خبریں سن رہا تھا کہ پاکستان میں ہر چیز جعلی ہے دو نمبر ہے مثلاً ادویات کوئی دوائی معیاری نہیں ہے۔ ہسپتالوں میں علاج نہ ہونے کے برابر ہے، مریض مر بھی جائے تو کوئی پوچھنے والا نہیں اور مریض کے ورثاء سے بھی کوئی ہمدردی نہیں۔ پھر کھانے پینے کی اشیاء ہیں، نہ گھی خالص، نہ مرچیں، نہ چائے کی پتی، یہ لسٹ بھی ایک لمبی لسٹ ہے۔

کیا علماء اس معاشرہ کو سدھار سکتے ہیں؟ آنحضرت ﷺ کی یہ حدیث درج کی گئی ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے قیامت کے بارے میں سوال کیا۔ آپ نے فرمایا اس وقت امانتیں ضائع ہو جائیں گی اور اقتدار بد دیانت اور نااہل لوگوں کے سپرد ہو جائے گا۔ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ امت پر ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ اسلام صرف نام کا رہ جائے گا۔ قرآن صرف کتابی صورت (الفاظ تک) ہی رہ جائیں گے مسجدیں بظاہر آباد مگر روحانیت ہدایت اور اخلاق سے عاری و خالی ہوں گی۔ علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے۔ قارئین انصاف سے بتائیں کہ یہ زمانہ ابھی آیا ہے کہ نہیں؟ اس کے بعد مسدس حالی کے چند اشعار درج کئے گئے ہیں۔

آخر میں یہ لکھا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ اس امت میں 30 دجال آئیں گے۔ کیا رسول پاکؐ کی امت میں صرف دجال ہی پیدا ہوں گے۔ کوئی روحانی معلم، کوئی مامور من اللہ نہیں ہو گا۔ جو ان مفاسد کی اصلاح کرے گا ڈاکٹر مرض دور کرنے کے لئے اب آئے تو فائدہ ہے۔ مرجانے کے بعد قبر پر آئے گا تو کیا فائدہ؟ ذرا سوچیں۔

انڈیا پوسٹ نے اپنی اشاعت 15 جنوری 2010ء صفحہ 20 پر خاکسار کا مضمون انگریزی میں خاکسار کی تصویر کے ساتھ شائع کیا ہے۔ جس کا عنوان یہ ہے کہ ''سال 2010ء کو محبت، امن، امید کا سال بنائیں۔ اچھے کاموں کے ذریعہ''

مضمون کا متن قریباً وہی ہے جو اس سے قبل گزر چکا ہے۔

ہفت روزہ پاکستان ایکسپریس نے اپنی اشاعت 15 جنوری 2010ء صفحہ 9 پر خاکسار کا مضمون بعنوان ''امن، پیار اور محبت کا سال بنائیں'' خاکسار کی تصویر کے ساتھ شائع کیا ہے۔

نفس مضمون وہی ہے جس کا ذکر دیگر اخبارات کے حوالہ سے اوپر گزر چکا ہے۔

ہفت روزہ نیویارک عوام نے اپنی اشاعت 15 جنوری تا 21 جنوری 2010ء پر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ایک خطبہ جمعہ کا خلاصہ حضور کی تصویر کے ساتھ شائع کیا ہے۔ اس کا عنوان یہ ہے:

''بیت نور فرینکفورٹ میں منعقدہ ریسپشن میں شمولیت کا ذکر اور صفت نور پر ایمان افروز خطبہ۔ مساجد اعلیٰ اخلاق اور حقوق العباد کی طرف قدم بڑھانے کا نشان ہیں۔''

آنحضرت ﷺ اور قرآن کی روشن تعلیم اور نور الٰہی کی تلاش میں ہی دنیا کی بقا اور امن کی ضمانت ہے۔

اخبار نے لکھا: مسجد بیت الحمید چینو! مورخہ 18 دسمبر 2009ء آج خطبہ جمعہ میں امام جماعت احمدیہ عالمگیر حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ جمعہ کا خلاصہ پڑھ کر سنایا گیا۔ یہ خطبہ حضور انور نے مورخہ 18 دسمبر 2009ء کو ارشاد فرمایا جو کہ متعدد زبانوں میں تراجم کے ساتھ MTA پر براہ راست ٹیلی کاسٹ کیا گیا۔ آپ نے سورۃ اعراف کی آیت 30 اور سورۃ توبہ کی آیت 112 کی تلاوت کے بعد فرمایا۔ مسجد نور فرینکفرٹ کے 50 سال پورے ہونے پر جماعت جرمنی کی طرف سے ایک فنکشن ترتیب دیا گیا ہے جس میں اہم اور اعلیٰ شخصیات کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ 50 سال پہلے یہ مسجد اس وقت کی جماعتی ضروریات اور وسائل کے مطابق تعمیر کی گئی تھی۔ حضرت مرزا مسرور احمد نے فرمایا کہ مساجد کی اہمیت ان کے پرانے ہونے سے نہیں بلکہ ان کو آباد کرنے سے ہوتی ہے۔ جو لوگ اللہ کا تقویٰ اختیار کرتے ہوئے انہیں آباد کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مسجد نور کے نام کی مناسبت سے فرمایا کہ اتفاق سے میں گزشتہ 2 خطبات میں اللہ تعالیٰ کی صفت ''نور'' کے متعلق بتا رہا ہوں۔

حضرت مرزا مسرور احمد نے سوئس حکومت کی جانب سے سوئٹزر لینڈ میں آئندہ تعمیر ہونے والی مساجد کے میناروں پر پابندی لگائے جانے کے حوالے سے فرمایا کہ جماعت احمدیہ نے پبلک میٹنگز کر کے اور سیاستدانوں سے رابطے کر کے اس احمقانہ قانون کے خلاف پہلے بھی آواز اٹھائی اور اب بھی اٹھا رہی ہے۔ یہ کام جماعت احمدیہ اسلام کے دفاع کے لئے ہر جگہ کر رہی ہے اور جماعت کے احتجاج پر ہی ان سیاستدانوں کو بھی اس طرف توجہ پیدا ہوئی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس نے فرمایا احمدی اپنی ذمہ داری کو سمجھیں اور مساجد کے میناروں سے اسلام کے نور کو جو الٰہی نور ہے یورپ اور مغرب کے ہر ملک کے ہر باشندے تک پہنچانے کے لئے کمربستہ ہو جائیں۔

آپ نے فرمایا کہ انصاف قائم کر کے اور مساجد کے حقوق ادا کر کے ہی اللہ تعالیٰ کی طرف توجہات سیدھی ہو سکتی ہیں۔ مساجد اخلاق پیدا کرنے کی جگہ ہیں اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف قدم بڑھانے کا یہ ایک نشان ہیں اور دنیا کی بقاء بھی اس سے وابستہ ہے کہ ایک خدا کو مانتے ہوئے نور الٰہی کی تلاش کریں۔ پس مومنوں کی خصوصیت یہ ہے کہ توبہ کرتے ہوئے عبادت کرنے والے، خدا کی حمد کرنے والے، تمام دنیا میں نیکیاں پھیلانے والے اور ایک باغیرت احمدی کی طرح ہمیشہ اپنے کسی فعل اور حرکت سے احمدیت اور اسلام کو بدنام کرنے کی کوشش نہ کریں۔ فرمایا۔ تم انسانیت کی بھلائی اور فائدے کے لئے پیدا کئے گئے ہو قطع نظر اس کے کہ کون کس کا مذہب ہے؟ انسانیت کی بھلائی صرف آج تم سے وابستہ ہے۔ پس پیار و محبت سے نفرت کی دیواریں گرا دیں۔ مساجد کو آباد کر کے اور اللہ تعالیٰ کا شکرگزار بندہ بنتے ہوئے نفرتوں کی دیوار گرا دیں۔ اپنے عملی نمونہ سے ثابت کریں کہ ہم بہترین قوم ہیں۔

الاخبار نے اپنی اشاعت 15 جنوری 2010ء کی اشاعت میں انگریزی سیکشن میں 3 تصاویر کے ساتھ ہمارے جلسہ سالانہ کی خبر شائع کی ہے۔ خبر کا عنوان ہے: ''جماعت احمدیہ مسلمہ کے سالانہ کنونشن میں ریکارڈ حاضری''

تصاویر میں۔ ایک میں ایک دوست نظم پڑھ رہے ہیں جب کہ مولانا اظہر حنیف صاحب صدارت کر رہے ہیں۔ ایک تصویر میں مکرم مولانا نسیم مہدی صاحب (مشنری انچارج) تقریر کر رہے ہیں۔ ایک تصویر میں خاکسار سید شمشاد احمد ناصر تقریر کر رہا ہے۔

خبر میں جماعت احمدیہ امریکہ کے مغربی ساحل کی جماعتوں کا 24 واں جلسہ سالانہ کی خبر ہے۔ اس خبر کی تفصیل اس سے قبل دیگر اخبارات کے حوالہ سے گزر چکی ہے۔

انڈیا پوسٹ نے اپنی اشاعت 15 جنوری 2010ء صفحہ 15 پر ہمارے ویسٹ کوسٹ کے جلسہ سالانہ کی خبر بڑی تصاویر کے ساتھ شائع کی ہے۔ ایک تصویر میں مولانا اظہر حنیف صاحب تقریر کر رہے ہیں۔ ایک میں ایک نوجوان تلاوت کر رہے ہیں۔ ایک تصویر میں مولانا نسیم مہدی صاحب (مشنری انچارج) تقریر کر رہے ہیں۔ ایک میں ایک نوجوان رضوان جٹالہ صاحب تقریر کر رہے ہیں اور منعم نعیم صاحب صدارت کر رہے ہیں۔ ایک تصویر میں سامعین جلسہ بیٹھے ہیں۔ ایک میں خاکسار سید شمشاد احمد ناصر تقریر کر رہا ہے۔ باقی سامعین کی تصاویر ہیں۔

خبر کی تفصیل قدرے وہی ہے جو اس سے پہلے دیگر اخبارات کے حوالے سے گزر چکی ہے۔

الاخبار نے اپنی اشاعت 15 جنوری 2010ء صفحہ 11 پر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تصویر کے ساتھ آپ کے ایک خطبہ جمعہ کا خلاصہ شائع کیا ہے جس کا عنوان ہے

''مومنین کو ابتلاء اور آزمائشوں کے وقت صبر کے ساتھ ثابت قدم رہنا چاہئے''

اخبار نے لکھا کہ امام جماعت احمدیہ عالمگیر مرزا مسرور احمد نے خطبہ جمعہ کے آغاز میں قرآن کریم کی آیات یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَعِیۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوۃِ ....الخ تلاوت کیں اور بتایا کہ مومنوں کی یہ صفات ہیں کہ جب بھی ان پر ابتلاء آتا ہے تو ان کے اندر صبر اور دعا کی کیفیت زیادہ ہوتی ہے۔ کیونکہ ان سے شجاعت اور بہادری پیدا ہوتی ہے۔ مومنوں کو چاہئے کہ وہ نماز اور دعا پر بھی کاربند رہیں اور 5 وقت کی نمازیں بروقت ادا کرنے کی کوشش کریں۔

امام مرزا مسرور احمد نے مزید فرمایا کہ دعا میں جب تک اضطرار نہ ہو وہ قبولیت کے درجہ تک نہیں پہنچتی۔ آپ نے سورۃ النمل کی یہ آیت بھی تلاوت فرمائی اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَیَکۡشِفُ السُّوۡٓءَ وَیَجۡعَلُکُمۡ خُلَفَآءَ الۡاَرۡضِ ؕ ءَاِلٰہٌ مَّعَ اللّٰہِ ؕ قَلِیۡلًا مَّا تَذَکَّرُوۡنَ (النمل:63)

آپ نے پاکستان میں احمدیوں پر مظالم کو بیان کی کہ ان کو نمازوں اور مساجد سے منع کیا جاتا ہے اس لئے احمدیوں کو خصوصاً صبر کی صفت کو اختیار کرنا چاہئے اور خدا تعالیٰ سے مسلسل دعائیں کرتے رہنا چاہئے اس صبر اور دعا کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ ان کی مدد کو آئے گا۔ کیونکہ خدا کی نصرت ہمیشہ مومنوں کو آتی ہے۔

آپ نے فرمایا کہ اس بات کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے کہ مومن صبر کرتے ہیں ابتلاؤں کے وقت اور صرف یہ کہتے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس سے ان کی نجات اور فلاح وابستہ ہے۔

آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ بھی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کو اس دنیا میں بھی صبر کی جزا دیتا ہے اور آخرت میں بھی۔ آپ نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ایمانوں کو

مضبوط کرے۔صبر کی طاقت عطا فرمائے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو جائے اور ہمیں ہر قسم کے فتنوں اور شر سے بھی محفوظ رکھے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ جو ابتلاء خدا کی طرف سے آتے ہیں وہ انسان کو اس کے ایمان میں مزید مضبوط کرتے ہیں۔ انبیاء کی تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ اس لئے ہمیں بلا خوف اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرتے رہنا چاہئے اور تبلیغ کو دوسروں تک پہنچانے کی حتی المقدور کوشش کرتے رہنا چاہئے۔ کیونکہ مومن صادق ہمیشہ اللہ کی طرف توجہ رکھتا ہے ہر مصیبت اور مشکل میں خدا کی طرف ہی دیکھتا ہے اور صبر کے ساتھ خدا سے ہی دعا مانگتا ہے اور نیک کام کرتا رہتا ہے جس میں استقامت ہوتی ہے۔ اور تقویٰ ہوتا ہے اور پھر نتائج اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہے۔

انڈیا ویسٹ نے اپنی اشاعت 15 جنوری 2010ء صفحہ A8 پر خاکسار کا مضمون شائع کیا ہے جس کا عنوان ہے ’’سال 2010ء کو محبت، امن اور امید کا سال بنائیں‘‘ اس مضمون کا متن قریباً وہی ہے جو دوسرے اخبارات کے حوالہ سے پہلے گزر چکا ہے۔

انڈیا ویسٹ نے اپنی اشاعت 15 جنوری میں 2010ء صفحہ B-20 پر ہماری دوسری خبر بھی شائع کی جس کا عنوان ہے ’’بیت الحمید مسجد میں جلسہ سالانہ‘‘

اس خبر میں 2 تصاویر بھی دی گئی ہیں۔ ایک تصویر میں مکرم نسیم مہدی صاحب (مشنری انچارج) صدارت کر رہے ہیں اور ان کے ساتھ مولانا اظہر حنیف صاحب (موجودہ مشنری انچارج) تشریف رکھتے ہیں جبکہ خاکسار تقریر کر رہا ہے۔ دوسری تصویر میں مولانا اظہر حنیف صاحب صدارت کر رہے ہیں۔ ان کے ساتھ سٹیج پر مکرم عبد اللطیف صاحب صدر جماعت فی نکس اور نیشنل سکرٹری وصایا مکرم ڈاکٹر خالد عطاء صاحب تشریف رکھتے ہیں جب کہ ایک دوست تلاوت کر رہے ہیں۔

خبر کی تفصیل قدرے وہی ہے جو اس سے قبل دوسرے اخبارات کے حوالہ سے گزر چکی ہے۔

ہفت روزہ پاکستان ایکسپریس نے اپنی اشاعت 29 جنوری 2010ء صفحہ 9 پر خاکسار کے مضمون کی پہلی قسط شائع کی ہے جس کا عنوان ہے ’’ہر دن چڑھے مبارک ہر شب بخیر گزرے‘‘

اس مضمون میں خاکسار نے بتایا ہے کہ ہم سال 2010ء میں داخل ہو چکے ہیں۔ ہر جگہ اور خصوصاً مغربی ممالک میں نئے سال کی آمد پر مختلف قسم کی تقاریب ہوتی ہیں اور ہمارے مسلمان بھی انہی لغویات کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ایسے موقعوں پر اسلامی اقدار کیا ہیں اور ہمیں نئے سال کی مناسبت سے کیا کرنا چاہئے۔ ہم تو دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نئے سال کو ساری دنیا کے لئے برائیوں کو ختم کر کے روحانی ترقیات کا سال بنا دے اور ہمارا اپنے خالق رب کے ساتھ سچا تعلق قائم ہو جائے اور ہم سب آنحضرت ﷺ کے اسوہ پر چلنے والے بن جائیں اور انسانیت کی خدمت کرنے والے ہوں۔

صرف ایک دوسرے کو نئے سال کی مبارک باد دے دینے سے سال بابرکت نہیں ہو جاتا۔ خاکسار نے ذکر کیا کہ گزشتہ سال کراچی میں عاشورہ کے جلوس پر جو حملہ ہوا شاپنگ سینٹر اور مارکیٹ میں جو آگ لگائی گئی یہ کیا ہے؟ اس پر تو انسانیت ماتم کر رہی ہے۔

اگر پاکستان سے مذہبی منافرت دور کر دی جائے تو پاکستان میں امن قائم ہو سکتا ہے۔ خاکسار نے لکھا کہ کچھ دن پہلے جب پشاور، کراچی، لاہور اور دیگر شہروں میں خودکش حملوں سے معصوموں کی جانیں لی گئیں تو کہا گیا کہ علماء اس کے خلاف فتویٰ دیں۔ یہ علماء کے فتووں ہی نے سارا کام خراب کیا ہے۔ کیا مسلمان خود قرآن نہیں پڑھتے قرآن کریم صاف کہتا ہے کہ کسی کی جان مت لو۔ اس پر کسی مولوی کے فتویٰ کی کیا ضرورت ہے؟ گویا مولوی کی بات خدا کی بات اور کلمہ سے زیادہ وزنی ہے۔ قرآن پڑھیں! قرآن سنائیں! قرآن پر عمل کریں تو سارے معاملات سدھر سکتے ہیں۔ حیرت ہے کہ انہی مولویوں کے فتووں سے حکومت خائف رہتی ہے اور نیکی کا کوئی کام بھی انجام نہیں دے سکتی۔ چند دن پہلے ایک دوست نے ایک ویڈیو لنک بھیجا جس میں دکھایا گیا ہے کہ پاکستانی پولیس احمدیوں کی ایک مسجد سے کلمہ طیبہ مٹا رہی ہے اور ہتھوڑوں سے خدا اور اس کے رسول کے نام کو کوٹا جا رہا ہے اور گندی نالیوں میں پھینکا جا رہا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حالانکہ خدا اور اس کے رسول کا نام تو ہر جگہ تعظیم رکھتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ خوفِ خدا دلوں سے بالکل اٹھ گیا ہے۔ حضرت عمر قرآن کریم سن کر ہی ایمان لائے تھے۔ مومنوں کو تو آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنے کا حکم ہے اور یہاں یہ ذلیل حرکت کی جا رہی ہے کہ کلمہ طیبہ کو کوٹ کوٹ کر نالیوں میں پھینکا جا رہا ہے۔ ان باتوں سے آپ سوچیں کہ پھر کس طرح امن قائم ہو گا؟

ڈیلی بلٹن نے اپنی اشاعت 29 جنوری 2010ء صفحہ A9 پر ہماری ایک مختصر سی خبر شائع کی ہے جس کا عنوان ہے کہ ’’مسجد بیت الحمید چینو میں خون کے عطیہ جات‘‘ اس خبر میں مجلس خدام الاحمدیہ کی طرف سے خون کے عطیات اکٹھے کرنے کی تقریب کے بارے میں اعلان ہے جو کہ انسانیت کی خدمت کی طرف ایک اہم قدم ہے۔

نیویارک عوام نے اپنی اشاعت 29 جنوری 2010ء صفحہ 16 پر خاکسار کے مضمون بعنوان ’’نیا سال مبارک ہو‘‘ کی پہلی قسط شائع کی ہے۔ خاکسار کی تصویر کے ساتھ۔ مضمون کا متن وہی ہے جو خاکسار نے اوپر لکھا ہے بعنوان ’’ہر دن چڑھے مبارک ہر شب بخیر گزرے‘‘

انڈیا پوسٹ نے اپنی اشاعت 5 فروری 2010ء صفحہ 21 پر ہماری خبر شائع کی ہے جس کا عنوان ہے کہ ’’جماعت احمدیہ کی مسجد پر پاکستان میں زبردستی قبضہ کرنے کی مذمت‘‘

اخبار نے لاس اینجلس سے خاکسار کے حوالہ سے خبر دی ہے کہ امام آف مسجد بیت الحمید چینو شمشاد ناصر نے پاکستان میں احمدیہ مسجد پر زبردستی قبضہ کرنے کی مذمت کی ہے۔ یہ مسجد بیت النور 1983ء میں ایک احمدی نے اپنی زمین پر تعمیر کی تھی۔ اور حکومت نے 2003ء میں اس مسجد کو سیل کر دیا تھا۔ جماعت احمدیہ یہ مسجد گزشتہ 20 سالوں سے اپنی عبادت کے لئے استعمال کر رہی ہے لیکن اب حکومت نے اس کا زبردستی قبضہ لے لیا ہے۔ ملک کی اقلیتیں اس بات سے خوفزدہ ہیں کہ یہاں پر ان کے حقوق کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔ یہ ایک افسوسناک حادثہ ہے جو حکومت پنجاب کی طرف سے وقوع پذیر ہوا ہے۔ اسی طرح کیتھولک بشپ کے سکرٹری پیٹر جیکب نے بھی اس واقعہ کی مذمت کی ہے انہوں نے کہا کہ ہم اس بات سے کہ اقلیتوں کے ساتھ ایسا ناروا سلوک کو ناجائز قرار دیتے ہیں حکومت اس مسئلہ میں بالکل جانبدارانہ رویہ رکھے ہوئے ہیں جو کہ درست نہیں ہے۔ اس سے مزید دہشت گردی اور فرقہ واریت کو ہوا ملے گی۔

21 جنوری 2010ء کو دیئے گئے ایک پریس ریلیز میں جماعت احمدیہ کے ترجمان سلیم الدین نے کہا ہے کہ یہ حکومت کی ایڈمنسٹریشن کی طرف سے مکمل کمزوری ہے ہم نے اس مسجد کے تمام قانونی کاغذات دکھائے ہیں جس کے باوجود بھی انہوں نے ہماری نہیں سنی۔ یہ جماعت احمدیہ کی 15 ویں عبادت گاہ جس کو حکومت نے اپنی نااہلی اور کمزوری سے قبضہ کر لیا ہے۔ اس کی اصل بنیاد اور وجہ وہ آرڈیننس ہے جو 1984ء میں جنرل ضیاء نے بنایا تھا جس کی وجہ سے ایسا ہو رہا ہے۔

احمدیہ جماعت کا تعارف بھی اخبار نے دیا ہے کہ 1889ء میں ہندوستان پر ایک دور دراز کے علاقہ قادیان سے اس کا آغاز ہوا اور جماعت کے عقائد بھی لکھے گئے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جماعت کا عقیدہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ طبعی وفات پا کر کشمیر میں مدفون ہیں اور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

(باقی اگلے بدھ ان شاء اللہ)

بقیہ: دربارِ خلافت...... از صفحہ 2

کو پیغام پہنچا دے جو کہ موجود نہیں۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ جس کو پیغام پہنچایا جائے وہ سننے والے سے زیادہ سمجھ دار ہو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام ٹھیک ٹھیک پہنچا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ تین بار دہرائے۔ حضرت ابوبکرؓ سے یہ روایت ہے کہ ہم نے عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ! آپ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام ٹھیک ٹھیک پہنچا دیا ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ تعالیٰ! گواہ رہنا۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب حجۃ الوداع حدیث نمبر 4406) (سنن ابن ماجہ کتاب المناسک باب الخطبۃ یوم النحر حدیث نمبر 3055)

اب یہ پیغام ہے جو ان کو مل رہا ہے اور یہ عمل ہیں جو ہمیں نظر آ رہے ہیں۔ پس اس واضح ارشاد کے بعد نام نہاد علماء کے پاس کیا رہ جاتا ہے کہ ظلم و تعدی کے بازار گرم کریں اور آپس میں دین کے نام پر ایک دوسرے کی گردنیں کاٹیں۔ کیا اس ارشاد پر عمل نہ کر کے بلکہ پامال کر کے خود یہ لوگ توہینِ رسالت کے مرتکب نہیں ہو رہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

(بخاری کتاب الایمان۔ باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ)

کیا آجکل کے علماء اپنے آپ کو مسلمان ہونے کی اس تعریف کا حقدار ٹھہرا سکتے ہیں؟ احمدیوں کو تو انہوں نے قانونی اغراض کے لئے اسلام سے باہر نکال دیا جس میں تمام فرقے اکٹھے ہو گئے۔ ہمیں تو بہرحال اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ خدا تعالیٰ ہمیں مسلمان کہتا ہے۔ ہم کلمہ پڑھتے ہیں اور دل سے خدّامِ ختم المرسلین ہیں۔ لیکن جو احمدیوں کے علاوہ دوسرے فرقے ہیں اُن پر بھی اب دیکھیں کس قدر ظلم ہو رہے ہیں۔ کیوں کوئٹہ پاکستان میں دو مختلف موقعوں پر جو درجنوں معصوموں، بچوں اور عورتوں کو قتل کر دیا گیا؟ آخر کس جرم میں؟ اس لئے کہ وہ ایسے فرقے سے تعلق رکھتے ہیں جو اُنہیں پسند نہیں۔ اُن کی تعداد اتنی اکثریت میں نہیں۔ پس جو قانون انہوں نے احمدیوں کے خلاف اپنے ظلم کے ہاتھ لمبے کرنے کے لئے بنایا تھا اور اس میں سارے شامل ہو گئے تھے اب وہی اُن میں سے شیعوں کے اوپر بھی الٹ رہا ہے۔ اب وہ اس کے ٹارگٹ بن رہے ہیں۔ اور پھر یہ ظلم آپس میں ہر فرقے میں دوبارہ ایک دوسرے پر بھی ہو گا۔ ہر فرقہ دوسرے فرقے پر کرے گا۔ دوبارہ اس لئے مَیں نے کہا ہے کہ اس سے پہلے جو کچھ ہوتا رہا ہے، اس میں یہ صرف احمدیوں کے مقابلے میں اکٹھے ہو گئے تھے۔ لیکن جب ایک منہ کو نشے کا ایک مزہ لگ جاتا ہے تو پھر اُس کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ یہ اب ان کے منہ کے مزے ہی لگے ہوئے ہیں۔ منہ کو خون جو لگا ہوا ہے تو اب یہ ایک دوسرے کا خون بھی کریں گے اور یہی کچھ یہاں ہو بھی رہا ہے۔

(خطبہ جمعہ یکم مارچ 2013ء)

کامل منیر۔ جرمنی

کائنات کے کنارے تک سفر

ایک جرمن چینل زیڈ ڈی ایف کی ڈاکیومنٹری سے ماخوذ

ایک بہت ہی بڑا اور مسحور کن خیال کہ ہماری کائنات رک نہیں رہی مسلسل پھیل رہی ہے۔جس کا کوئی سرا ہی نہیں ہے۔کیا واقعی ایسا ہی ہے۔ یہ آئیڈیا کہ کائنات کی کوئی حد ہی نہیں ہے انسانی سوچ کو معذور کر دیتی ہے۔سائنسدان خود اس بات کو درست قرار دیتے ہیں کہ کائنات کی کوئی حد نہیں۔ اصل میں انسان اس کی وسعت کا ادراک نہیں کرسکتا جو اس کی وسعت کے بارے میں جاننے کی کوشش کرتے ہیں خطروں سے کھیلتے ہیں۔ اس کی نامعلوم وسعت کی کشش ہمیں اس سے توجہ نہیں ہٹانے دیتی۔آئیں اس وسیع کائنات کو ماپنے کی کوشش کرتے ہیں۔کیا ہم اس کائنات کا دوسرا سرا دیکھ سکتے ہیں۔مسحور کن کائنات کو ٹیلی سکوپ کی مدد سے پروفیسر ہیرالڈ لیش کے ساتھ مشاہدہ کریں۔ آپ کو مسحور کن کائنات کے مشاہدے میں خوش آمدید کہتے ہیں۔ ہم کائناتی سمندر کے کنارے پر رہ رہے ہیں۔اس میں سمندر سے مراد کائنات کا وسیع ہونا ہے۔ اور کنارے سے مراد ہمارا ملکی وے،سورج،چاند کے علاوہ چند سیارے ہیں۔ جبکہ باقی ستارے صرف چمکتے ہوئے نقطے ہیں۔ اس کے علاوہ اوپر کچھ بھی نہیں صرف خلاء۔ جب ہم حقیقی طور پر اس خلاء اور ٹائم کی وجوہات پر غور کرتے ہیں۔ ہمیں سوائے حیرانی کے کچھ نہیں ملتا۔ ہم کسی سمت کو ڈھونڈنے کی کوشش کرتے ہیں۔جس سے ہمیں یہ معلومات مل سکیں۔ کہ ہم کائنات میں کس پوزیشن پر ہیں۔ ہم یہ بھی جاننا چاہتے ہیں۔ کہ کہاں سے کائنات شروع ہوتی ہے اور کہاں پر ختم ہوتی ہے۔ہمیں اطراف کی لمبائی کا اور حد کا پتا ہونا چاہیئے۔ لیکن اوپر تو کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ بہتر یہی ہے کہ ہم کائنات کو خود دریافت کرتے ہوئے اس کی آخری حد تک اڑتے ہوئے جائیں۔ اگر ہم یہ نہیں کرسکتے تو ہمیں کوئی خلائی جہاز وہاں پر بھیجنا چاہیئے۔

ایک شپ ان میں سے چالیس سال پہلے روانہ ہو چکا ہے۔ یہ انسان کی بنائی ہوئی ایسی ایجاد ہے۔ جو سب سے دور پہنچنے میں کامیاب ہوئی ہے۔ اس پروگرام کا نام ’’وائیجر سفر لامتناہی‘‘ ہے۔ دو ایک جیسے ہی آلات چالیس سال سے سفر میں ہیں۔ ’’وائیجر ٹو‘‘ اٹھارہ ارب کلومیٹر دور جاچکا ہے۔ جہاں اس کے سامنے ایک کائنات کھلی پڑی ہے۔ اس کا کام ستاروں کے درمیان خلاء سے سگنل بھیجنا ہے۔ یہ وائیجر ہی ہے جو جتنا سفر کرتا ہے ہم اتنا ہی کائنات کو جانتے چلے جاتے ہیں۔سائنس دانوں کے پاس کائنات کے متعلق معلومات حاصل کرنے کا کوئی باقاعدہ پلان موجود نہیں۔ گیلیکسیز کا یہ سفر نت نئے نامعلوم پہلوؤں کو اجاگر کر رہا ہے۔ 1960ء میں خلاء کا سفر اپنے ابتدائی مراحل میں تھا۔ کامیاب خلائی مشن اور ٹیکنالوجی کی ترقی نے آخر کار خلائی معلومات کے نئے باب کا آغاز کیا۔منزل یہ تھی کہ بغیر پائلٹ کے چلنے والے شپ کو خلاء میں بھیجا جائے۔ اور ان حصوں کی طرف جائے جو ابھی تک دریافت نہیں ہوئے۔جن کی مدد سے نظام شمسی کے دوسرے سیاروں کی وضاحت کی جاسکے۔تب تک کی سب سے طاقتور ٹیلی سکوپ سے یورینس اور نیپٹون صرف نقطوں کی مانند دکھائی دیتے تھے۔ جیو پیٹر تک پہلا تحقیقی مشن روانہ کر دیا گیا تھا۔لیکن ابھی بہت آگے جانا تھا۔ ایک مشکل یہ تھی کہ مشن کو تیز رفتار بنایا جائے۔ تا کہ لمبے فاصلے جلدی طے ہوسکیں۔ کیلکولیشن کی مدد سے یہ اندازہ ہوگیا تھا۔ کہ راستے کے سیارے اس مشن کی رفتار کی بڑھوتی میں بہت مددگار ثابت ہونگے۔صرف ان سے ایک دوسرے سے مناسب فاصلے پر رہنا شرط ہے۔یعنی شپ سیاروں سے ایک خاص حد تک فاصلے میں رہ کر پرواز کرے۔ اور اتفاق کی بات تھی کہ یہ صورت حال 176 سال تک اسی طرح رہنی تھی۔ اور ماہرین یہ جانتے تھے کہ 1970ء میں یہ موقع اپنے نقطہ عروج پر ہوگا۔ اور پہلی تحقیق نے یہ بات ثابت کی کہ سیارے موتیوں کی مالا کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ رشتے میں منسلک تھے۔ خلائی مشن کو جیو پیٹر اور سیٹرن کے پاس اڑتے ہوئے ایسی فورس ملی کہ وہ انتہائی دور سیارے یورینس اور نیپٹون تک آسانی سے پہنچ گیا۔ اور یہی تھیوری سے پہلے ثابت کیا جاچکا تھا۔ 1977ء میں ہی ایک ایسا موقع تھا کہ وائیجر ون اور وائیجر ٹو کو خلاء میں بھیجا جائے۔مختلف سیاروں سے مختلف معلومات حاصل کرنے کے لئے مشن کو مختلف روٹوں یا راستوں پر اڑانا تھا۔ وائیجر ٹو جیو پیٹر کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ کیونکہ بعد میں دوسری دور کی منزلوں پر بھی تحقیق ہونا تھی۔ اس پر اس وقت کے بہترین کیمرے نصب تھے۔ اب مجھے یہ دکھانا ہے۔ کہ انجینئر کا پلان صحیح کام کر رہا تھا۔ دو سال بعد ٹیکنالوجی نے جیو پیٹر کے ایسے رازوں سے پردہ اٹھایا جسے پہلے کسی آنکھ نے نہ دیکھا تھا۔ یہ اجرام فلکی وہ حصہ ہے جو 600 ملین کلومیٹر دور تھا۔جس نے سب کو حیران کر دیا۔ ہائی ریزولوشن تصویروں نے محققین کی توقعات کو مات دے دی۔ سیٹرن کے پاس سے اڑتے ہوئے وائیجر نے جو دیکھا اس نے دو سال بعد سائنس دانوں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ ابھی تک سائنس دانوں نے سیٹرن کے ارد گرد ایک رِنگ کو مشاہدہ کیا تھا۔ اب نئی تصویریں ہزاروں رِنگ، پتھروں اور برف کے ٹکڑوں کو سیٹرن کے ارد گرد چکر لگاتے دکھا رہی تھیں۔

ایلومینیم سے بنی اس مشین کو یورینس سے ایک حد تک فاصلے میں رہنا تھا۔ اب تک کسی بھی انسانی مشین کو اس مقام تک پہنچنے میں کامیابی نہیں ملی تھی۔مشن کے بانیوں کو صرف انتظار کرنا تھا۔ پانچ سال گزر چکے تھے۔ آخر کار تین ملین کلومیٹر دور ایک جرمِ فلک کی تصویر لی گئی ان سگنلز کو زمین تک پہنچنے میں تین گھنٹے لگے کچھ میٹر لمبی یہ مشین کائنات کے کناروں کی طرف بڑھ رہی تھی۔ بارہ سال کے بعد وائیجر ٹو نیپٹون تک پہنچ چکا تھا۔ وائیجر نے جو تصویریں بھیجیں اس سے ایک طوفان برپا ہوتا ہوا نظر آرہا تھا۔ جو سب سیاروں سے طاقتور طوفانوں کی غمازی کر رہا تھا۔ یہ تحقیقی مشن کے لئے سب سے اہم وقت تھا۔ ٹور یہاں ختم ہوگیا تھا۔ اور ایسا موڑ آچکا تھا۔جس کے آگے کسی کو کچھ پتا نہیں تھا۔ کہ کیا ہوگا۔ ایک نئے سفر کا آغاز جس کے متعلق کوئی کچھ نہیں بتا سکتا تھا کہ آگے کیا ہے۔ ایک انسانی تخلیق پلینٹ سسٹم کے قریب پہنچ چکی تھی۔ وائیجر نے اپنا سفر جاری رکھا۔ کائنات کی تاریکی کی وجہ سے کیمرے بند کر دیئے گئے تھے۔ مگر تجسس یہ تھا کہ سلسلہ آگے کیسے بڑھے گا۔مشین پر لگے آلات ابھی تک سیاروں کے مداروں کے بارے میں معلومات مہیا کر رہے تھے۔ برقی چارج سے لدے لوہے کے ٹکڑوں کا ایک طوفان جو زمین سے پانچ ارب کلومیٹر دور تھا نوٹ کیا جا رہا تھا۔ خلاء کا یہ حصہ بھی سورج کے اثر سے باہر نہ تھا۔سورج مسلسل ایک ملین ٹن جلتے ہوئے ذرات ہر سیکنڈ میں باہر پھینکتا ہے۔ جسے سورج کی ہوا کہا جاتا ہے۔ سورج کے یہ ذرات سارے نظام شمسی میں پھیلتے ہیں۔ اس ہوا کے زیر اثر علاقے کو ہیلیو سفیئر کہا جاتا ہے۔ وائیجر سے آنے والی معلومات مشن کو ایک نئی ذمہ داری سونپتی ہے۔ ہیلیو سفیئر کی وسعت کا اندازہ سورج سے نکلنے والے ذرات کی موجودگی سے کیا جاتا ہے۔ فاصلہ کے ساتھ ساتھ وائیجر کا زمین سے رابطہ کمزور پڑتا جا رہا تھا۔ اب سگنلز کو زمین تک پہنچنے میں پندرہ گھنٹے درکار تھے۔ ابھی تک کائنات کا کنارہ نظر نہیں آیا تھا۔

2018ء میں وائیجر نے سورج کے ذرات کی باقیات کی معلومات بھیجیں۔ یہ اس بات کی نشاندہی تھی کہ وائیجر نظام شمسی کے کنارے تک پہنچ گیا ہے۔ یا ہیلیو سفیئر کے کنارے تک پہنچ گیا تھا۔ اور یہاں سورج کا اثر ختم ہوتا جاتا ہے۔تقریباً سترہ ارب کلومیٹر سورج سے دور انسانی تخلیق ایک نئے ماحول میں داخل ہو رہی تھی۔ جو خلاء اور نظام شمسی کے درمیان ہے۔ اب وہ مقام آ گیا ہے جہاں مشین کے آلات اپنی انتہائی طاقت کو استعمال کر رہے ہونگے۔ اب مشین کس دنیا میں داخل ہو رہی ہے ہمارے پاس اس دنیا کا کوئی تجربہ نہیں۔ ہم اب ایک ناقابل تسخیر بارڈر کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ جہاں جیسے درمیان میں ایک اونچی دیوار ہے۔جس کے اوپر ہم نہیں چڑھ سکتے۔ آخر کار ہمیں اپنا وائیجر ہمیشہ کے لئے کھونا پڑے گا۔ ایک دو سالوں میں اس کی بیٹری بھی چارج کے قابل نہیں رہے گی۔ اور پھر ایک آخری بیپ سنائی دے گی ایک آخری انفارمیشن اور پھر ہم اس کو کبھی نہیں سن سکیں گے۔ اور پھر آپ جو مشاہدہ کریں گے وہ ایک اندازہ ہی ہوگا۔ یعنی درست طور پر کوئی بھی کچھ نہیں سمجھ سکے گا، کہ یہ آوازیں کیسی ہیں اب

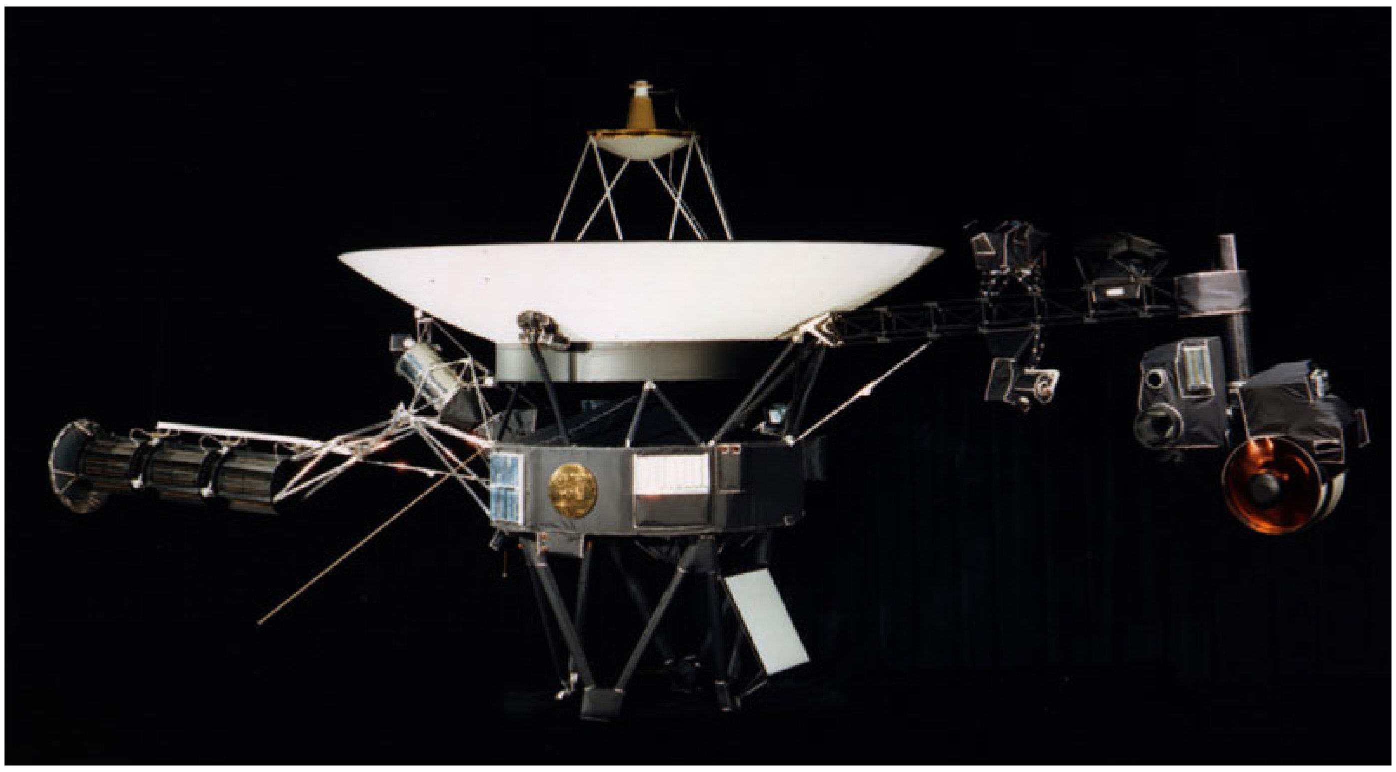

ہم آپ کو تین سال قبل از مسیح الیگزنڈریا لئے چلتے ہیں۔

شہر کے عین وسط میں سائنس اور کلچر بڑی تیزی سے پروان چڑھ رہے تھے۔ لائبریری میں یہ معلومات ہر وقت اکٹھی کی جارہی تھیں۔ اور یہ معلومات انتہائی ماہر سکالر کی سربراہی میں تیار کی جارہی تھیں۔ Eratosthenes von Kyrene ایک ٹیچر ہونے کے علاوہ اپنے ریسرچ کے نوٹس بھی تیار کرتا تھا۔ وہ کسی طرح سے بھی مشہور دنیا کا نقشہ تیار کرنے والے سے کم نہیں تھا۔ اور یہ نقشہ اس نے دنیا کا سفر کئے بغیر تیار کیا تھا۔ اس کے طریقہ کار میں دنیا کی جو پہلے سے دیو مالائی تعریف لکھی گئی تھی سائنس میں وہ بالکل ٹھیک نہیں بیٹھ رہی تھی۔ یعنی مختلف تھی۔ اکثر لوگ دنیا کے راز کو سمجھنے کے لئے بائبل کا سہارا لیتے ہیں۔ ہیرو کی وضاحت اس کی گفتگو یا پھر ریکارڈ شدہ باتوں سے کی جاتی تھی۔ اس میں کچھ ایسے مظہر کا ذکر بھی ہوتا تھا جن کی وضاحت ناممکن تھی۔ مثال کے طور پر سسلی کے سمندر میں خطرناک طوفانی لہروں کا برپا ہونا۔ اس طوفانی لہروں سے کئی ایک جہاز دان بھی ہلاک ہوئے۔ بالکل درست معلومات کہ اس معاملہ کی اصل وجہ کیا ہے کسی کو بھی معلوم نہیں۔ لیکن اس مستقل خطرے نے کئی ایک دیو مالائی کہانیوں کو جنم دیا۔ ہومر لکھتا ہے کہ جہاں سمندری راستہ تنگ پہاڑیوں میں سے گزرتا ہے۔ وہاں پر دو جناتی مخلوقات ہوتی ہیں۔ جن کا نام سکائیکلہ اور کیری بڈز ہیں۔ جنہوں نے اوڈیسیاس کے لئے سفر بہت ہی خطرناک بنا دیا تھا۔ اراتھو سنیس کے لئے یہ دیو مالائی کہانیاں سائنسی حل کے لیۓ کافی نہیں۔ اس نے قدرتی راز جاننے کے لئے سائنس کے بامقصد استعمال کو پسند کیا۔ وہ پرانی کہاوتوں پر یقین نہیں رکھتا تھا۔ ہر دور میں کچھ نہ کچھ لوگوں کا یقین رہا ہے کہ زمین گول ہے۔ مگر کیا واقعی یہ درست ہے۔ اس نے اپنے شاگردوں کو بتایا کہ زمین کی شکل کو ثبوتوں سے ثابت کرنے کے لئے ثبوت جمع کریں۔ اور یہ ثبوت محض اپنے مشاہدات پر مبنی ہونے چاہئیں۔ زمین کو پہلی نظر سے دیکھیں تو اس کی سطح ہموار یعنی بالکل سیدھی نظر آتی ہے۔ اگر ہم سمندر کے کنارے کھڑے ہوکر بحری جہاز کو جاتا دیکھیں تو جہاز ہماری نظر سے کچھ اس طرح غائب ہو گا جیسے سیدھا غائب ہو گیا ہو۔ جبکہ اس کا آہستہ آہستہ نظر سے اوجھل ہونا بتاتا ہے کہ وہ آگے کسی گہرائی میں نیچے کی جانب جارہا ہے۔ یہی وہ نقطہ ہے جہاں سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ زمیں گول ہو رہی ہے۔

اراتھو سینس مزید جانتا تھا کہ زمین گول ہے۔ کیا کوئی زمین کے سائز کا اندازہ کرسکتا ہے۔ ماہرین نے اس کام کے لئے سورج کا زمین پر پڑی چیزوں کے سایہ کو استعمال کرنا شروع کیا۔ اس طرح ان کو وہ تمام معلومات مل گئیں جس سے ان کو زمین کا سائز ماپنا آسان ہوسکتا تھا۔ اس کے لئے انھوں نے دو مقامات الیگیز نڈریا اور سائینے کا انتخاب کیا۔ دونوں مقامات پر سورج کی روشنی دوپہر کو ایک ہی وقت اور شدت سے پہنچتی ہے۔ سائے میں اراستھو سینس نے یہ نوٹ کیا کہ دن کو گرمی کی دوپہر میں جب سورج نصف نہار پر آجاتا ہے تو اس کا عکس ایک گہرے کنویں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اگر سورج کی شعاعیں زمین پر متوازی رخ پر گرتی ہیں۔ تو اس طرح کسی بھی چیز کا سایہ نہیں بنتا۔ کیونکہ سورج اس چیز کے اوپر متوازی رخ پر شعاعیں پھینک رہا ہوتا ہے۔ اسی دن عین سورج کے نصف نہار کے وقت شمال میں الیگذ ینڈریا کے مقام پر واضح طور پر کھڑی چیزوں کا سایہ دیکھا جاسکتا تھا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ کس سائینے میں کوئی سایہ نہ ہو اور الیگذینڈریا میں سایہ ہو۔ جبکہ لوگ تو پہلے سے جانتے ہیں کہ سورج کی شعاعیں زمین پر متوازی رخ پر گرتی ہیں۔ اور اگر زمیں سیدھی ہوتی تو صاف ظاہر تھا کہ یا تو سایہ ہونا تھا یا نہیں ہونا تھا۔ جبکہ دونوں جگہوں پر ایک ہی وقت میں سایہ کی مختلف حالتیں ظاہر کرتی ہیں۔ کہ زمیں سیدھی نہیں ہے۔ پس اس تجربہ سے اراستھو سینس نے ثابت کیا نا صرف زمین گول ہے بلکہ اسکا سائز بھی حساب کتاب سے معلوم کرلیا۔ دو مقامات پر سایہ کی مختلف حالتوں اور ان دونوں کے درمیان آٹھ سو کلومیٹر کا فاصلہ کافی ثبوت تھے یہ ثابت کرنے کے لئے کہ زمین گول ہے۔ یہ کہ سورج کی شعاعیں زمین پر متوازی گرتی ہیں۔ اس معلومات کی بناء پر اراتھو سینس شعاعوں کے گرنے کا زاویہ بنا سکتا تھا۔ اس نے دونوں شہروں میں گرنے والی شعاعوں کے خطوط کو بڑھا کر جو نقطہ نکالا وہ ایسا نقطہ تھا جہاں دونوں شہروں سے بڑھائے گئے خطوط آپس میں ملتے ہیں۔ اور یہی زمین کا وسط تھا۔ دونوں خطوط کے درمیان بننے والے زاویے کو اس نے پچاس مرتبہ دہرایا اور دائرہ مکمل کیا۔ الیگزینڈریا اور سائینے کے درمیان فاصلے کو اگر پچاس مرتبہ دائرے کی شکل میں دہرایا جائے تو زمین کا قطر چالیس ہزار کلومیٹر بنتا ہے۔

اس طرح ہم کہ سکتے ہیں کہ اراستھو سینس نے بائیس سو سال پہلے ہی محض اپنے مشاہدے کی بناء پر زمیں کا قطر نکال لیا تھا۔ استدلالی اور حسابی عمل نے دنیا کی تعریف کی دیو مالائی قصوں کہانیوں کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔ اراستھو سینس بغیر سفر کئے زمین کا سائز معلوم کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ اس نے دو مختلف مقامات پر حسابی عمل کو کامیابی سے دہرایا اور آخر کار زمین کا قطر ماپنے میں کامیاب ہوا۔ یہ عمل نا صرف سائنسی تھا۔ بلکہ یہی سائنس ہے۔

یہی کلیہ ہم کائنات کو ماپنے کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔ اصل میں آسمان پر مختلف اجسام کی حرکات ہمیں بعض اوقات دھوکے میں ڈال دیتی ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ اس لیبارٹری میں آسمان کو کمپیوٹرائزڈ آلات کی مدد سے ایک گنبد پر دکھایا جاسکتا ہے۔ تھوڑی سی اور وضاحت کردوں یہاں جرمنی میں بیٹھ کر ہم آسٹریلیا کا آسمان بھی دیکھ سکتے ہیں۔ زمین کی دوسری طرف ستاروں کا ہجوم جو ملکی وے پر ہے دیکھا جاسکتا ہے۔ بڑا مسحور کن نظارہ ہے۔ یہاں پہ یہ گول چھت گھومتی ہے۔ اور ستاروں سے بھرا آسمان ہمیشہ موجود رہتا ہے۔ اس میں کوئی حیرانی کی بات نہیں کہ ہم نے پوری کائنات کو ایک گول چھت یعنی گنبد پر دکھایا ہے۔ یہ کائنات کی وہ تصویر ہے جو قدیم یونانی مفکرین سے ایسی ہی چلی آرہی ہے۔ بلکہ سائنس بھی اس کو قبول کرتی ہے۔ بظاہر نظر آنے والا کائنات کا بارڈر تلاش کرنا تو بڑا زبردست آئیڈیا ہے۔ مگر تاریخ میں ایسے کام بہت خطرناک سمجھے جاتے ہیں۔ 1600ء میں روم میں ایک شخص کو چرچ کی طرف سے بہت ہی سخت سزا سنائی گئی۔ اس پر لگے الزاموں کی فہرست تو بہت لمبی ہے۔ مختصر یہ کہ اس کے نظریات چرچ کے نظریات سے مختلف تھے۔ اس نے دنیا کی تصویر جو پہلے سے موجود تھی اس پر بھی سوال کھڑے کئے۔ تب اس شخص یعنی برونو کے لئے یہ دنیا لامتناہی تھی۔ اس وقت دنیا کی شکل کی وضاحت صرف پادری ہی کرسکتا تھا۔ کلوسٹر اور چرچ اس وقت کی صف اول کی درسگاہیں سمجھی جاتی تھیں۔ یہاں سے ہر قسم کا علم حاصل کیا جاتا تھا۔ جو ایمان سے ہم آہنگی یعنی چرچ کی تعلیم کے مطابق ہو۔ زمین کے گول ہونے کا تصور پرانا تھا۔ مگر پادری کے لئے لامتناہی کائنات کا تصور ناقابل قبول تھا۔ چرچ کی تعلیم کے مطابق زمین کائنات کے مرکز میں ہے۔ اور تمام اجرام فلکی اس کے گرد گھومتے ہیں۔ ان سیاروں کی حد یعنی حلقہ اثر ہی کائنات کی حد تھی۔ اور لامتناہی کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ باقی صرف آسمان رہ جاتا ہے۔ اٹلی کا کلوسٹر یہی تعلیم دیتا تھا۔ اور نیپل کا بھی۔ جہاں برونو پندرہ سو پینسٹھ کو داخل ہوا۔ برونو اپنے ارادوں کا پکا تھا۔ اس نے پہلے سے دنیا کی بنائی ہوئی تصویریں جو کلوسٹر میں لگی ہوئی تھیں پھاڑ کر پھینک دیں۔ پادری کی حیثیت سے اپنا کورس ختم کرنے کے بعد اٹھائیس سالوں میں پہلی مرتبہ اس کو کسی بات پر مورد الزام ٹھرایا جارہا تھا۔ وہ اٹلی سے فرار ہوگیا۔ یورپ کے مختلف ملکوں میں سے گزرتا ہوا۔ وہ کوئی ایسی جگہ کی تلاش کرنا چاہتا تھا۔ جہاں وہ اپنا تحقیقی کام کر سکے۔ اسے جنگلوں میں سے گزرتے ہوئے قدرتی نظاروں میں ہر طرف ایک طاقتور خدا کا وجود نظر آتا تھا۔ تمام طاقتوں والا خدا جس کی کوئی حد نہیں۔ اس کا وہ قائل ہو چکا تھا۔ برونو کسی بھی جگہ پر ایک دو سال سے زیادہ نا ٹھہرتا تھا۔ پورے یورپ میں سے کسی بھی سوسائٹی نے اس کے نظریات کو قبول نہیں کیا۔ اس نے گزر بسر کے لئے دنیا میں رائج مہیا سہولتوں کو استعمال کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے تمام فلسفیانہ اور سائنسی علوم کا مطالعہ کیا۔ جو کائنات کے متعلق معلومات مہیا کر سکتے تھے۔ اب اس کا شمار یورپ کے پڑھے لکھے لوگوں میں ہونے لگا تھا۔ اب اس کو نئے نئے تحقیقی منصوبوں پر کام کی پیشکش ہوتی رہتی تھی۔ اس کی سمجھداری ہی اس کا اصل سرمایہ تھی۔ وہ جتنا زیادہ علم حاصل کرتا اس کو اتنا ہی زیادہ یقین ہوتا چلا جاتا کہ کائنات لامحدود ہے۔ لنڈن میں قیام کے دوران اس نے اپنی تجرباتی تفصیل کو مرتب کرنا شروع کیا۔ اس کے خیال میں سورج بھی دوسرے بے شمار ستاروں کی طرح ایک ستارہ ہے۔ اور لامتناہی اور بھی دنیائیں ہیں۔ اس وقت تو لوگوں کو یہ آئیڈیا احمقانہ ہی لگا۔ کہتے ہیں جس کا کوئی دشمن نہ ہو اس کا کردار نہیں ہوتا۔ اس لئے ہمیں کہنا پڑے گا کہ برونو با کردار تھا۔ اس میں کوئی حیرانی کی بات نہیں کہ وہ پندرہ سال یورپ میں پھرتا رہا۔ جبکہ اس دور میں بہترین سواری صرف گھوڑا گاڑی ہی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ برونو ایک بہت بڑا مفکر اور فلاسفر تھا۔ وہ پڑھا لکھا، مقرر، ارادوں کا پکا اور چھا جانے والا تھا۔ وہ مشکل پسند تھا اور اپنے کئی دوست ناراض کر چکا تھا۔ وہ کئی موقعوں پر خدا کی اور دنیا کی غیر معمولی تعریف کر کے مشکل میں پھنس چکا تھا۔ اس پر مقدمات بھی چلے کیونکہ وہ لافانی مستقل سچائی پیش کرتا تھا۔ کہ کائنات میں

بے شمار ایسے سیارے ہیں جہاں ہم جیسی مخلوقات ہوسکتی ہیں۔ اس کو طنزیہ انداز میں سوال پوچھے جانے لگے۔ یعنی ان سیاروں پر بھی حضرت عیسی علیہ السلام ظاہر ہو چکے ہیں۔ اس کے دور میں تمام سائنسدان اس بات پر مصرّ تھے کہ زمین کے اردگرد سیارے چکر لگا رہے ہیں۔ اور ان کی حد ہی کائنات کی حد ہے۔ لیکن انقلابی تبدیلی کے آثار نظر آنا شروع ہو گئے تھے۔ برونوں کی مذہبی تعلیم اور سائنسی علم دونوں اس بات کی غمازی کر رہے تھے کہ اس کی تھیوری یا دعوی درست تھا۔ اسے اپنے دعوے کی حمایت میں ایک انگلش ماہر فلکیات کی تحریر بھی مل گئی تھی۔ محض چند سال قبل ماہر فلکیات تھومس ڈگز نے دنیا کی شکل کے متعلق اپنا نظریہ شائع کیا تھا۔ کچھ سائنسی حلقوں میں یہ تھیوری مسلسل گردش کر رہی تھی۔ کہ زمین کے گرد نہیں بلکہ سورج کے گرد دوسرے سیارے گردش کر رہے ہیں۔ اور زمین بھی ان میں سے ایک ہے۔ اور زمین کو باقاعدہ کوئی امتیازی حیثیت حاصل نہیں۔ یہ وجہ کافی نہیں تھی جس کی بناء پر کائنات کی محدود ہونے کی تھیوری پر شک کیا جاتا۔ مگر یہ بات درست تھی کہ تمام سیارے سورج کے گرد گھوم رہے تھے۔ مگر روایتی تھیوری سے اختلاف کرنے کی راہ میں کچھ چیزوں کی ترتیب ٹھیک لگتی نظر نہیں آ رہی تھی۔ جبکہ قدرت کے ڈیزائن میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔ تب ایک حیران کن چمکدار ستارے نے کچھ سوال کھڑے کر دیئے۔ بظاہر تو وہ شہاب ثاقب لگتا تھا۔ جب تک وہ زمین کے قریب بادلوں تک نہ آجاتا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ بہت دور سے آرہا ہے اور کسی بھی سیارے سے ٹکرا سکتا ہے۔ اگر زمین کائنات کے مرکز میں ساکن ہے۔ تب آدھی رات کو ستارے کی حرکت معلوم کی جاسکتی ہے۔ محض زمین کے روایتی ماڈل کی ترتیبی حلقوں کو گھما کر یعنی مرکز میں زمین اور اردگرد کے دائرے میں کچھ سیارے پھر باہر کی طرف اور دائرے اور کچھ اور سیارے یہ روایتی ترتیب تھی۔ جس کے خلاف برونو استدلال تلاش کر رہا تھا۔ اگر زمین خود حرکت کر رہی ہے تو ستاروں کو ساکن ہونا چاہیئے تھا۔ انہیں کسی بھی دائرے اور حلقے کی ضرورت نہیں۔ اس طرح گھومتی یا حرکت کرتی ہوئی زمین تمام ستاروں سے ٹکرائے گی اور سب کچھ پاش پاش ہوجائے گا۔ اس استدلال کی بنیاد نے روایتی ماڈل کی دھجیاں بکھیر دیں۔ بظاہر ساکن نظر آنے والے ستارے زمین کے گرد گھومتے نظر آتے تھے۔ تھومس نے ایک بڑا حیران کن نتیجہ اخذ کیا۔ اگر ستارے ساکن ہیں اور انہیں کسی دائرے کی ضرورت نہیں تب ستاروں بھرا آسمان سیاروں کے مداروں سے بھی آگے لامحدود پھیلا ہو۔ پندرہ سو سال تک یہ تھیوریز گردش کرتی رہیں آسمان خدا کی جگہ ہے۔ اور تب پہلی سائنسی مشاہداتی تعریف نے آسمان کی تعریف ہی بدل کر رکھ دی۔ اور اب چرچ کا وجود خطرے میں پڑنے والا تھا۔ چرچ کے رکھوالوں نے پوری مزاحمت کے ساتھ برونو کو لعنت ملامت کی۔ جس نے یہ نظریہ پیش کیا تھا۔ وہ کہتے تھے ایسا نہیں ہوسکتا۔ ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔ برونو کے لئے سب کچھ ٹھیک تھا۔ کہ لامحدود کائنات کا تصور اور مذہب کی نئی پیش کردہ تشریح۔ مگر مذہبی حکومت میں آپ ہر بات نہیں کر سکتے۔ برونو بڑے مضبوط ارادوں کا مفکر تھا۔ وہ خاموش نہیں رہ سکتا تھا۔

1591ء میں گھر کی یاد برونو کو واپس اٹلی لے آئی۔ ایک بہت ہی غلط فیصلے نے اس کو قید میں ڈال دیا۔ جو بہت ہی اذیت ناک تھی۔ آٹھ سال کی قید اور اذیت برونو کو تبدیل کرنے کے لئے کافی نہیں تھے۔ اس کے لئے لامحدود کائنات ہی خدا تعالیٰ کی بنائی ہوئی ہے۔

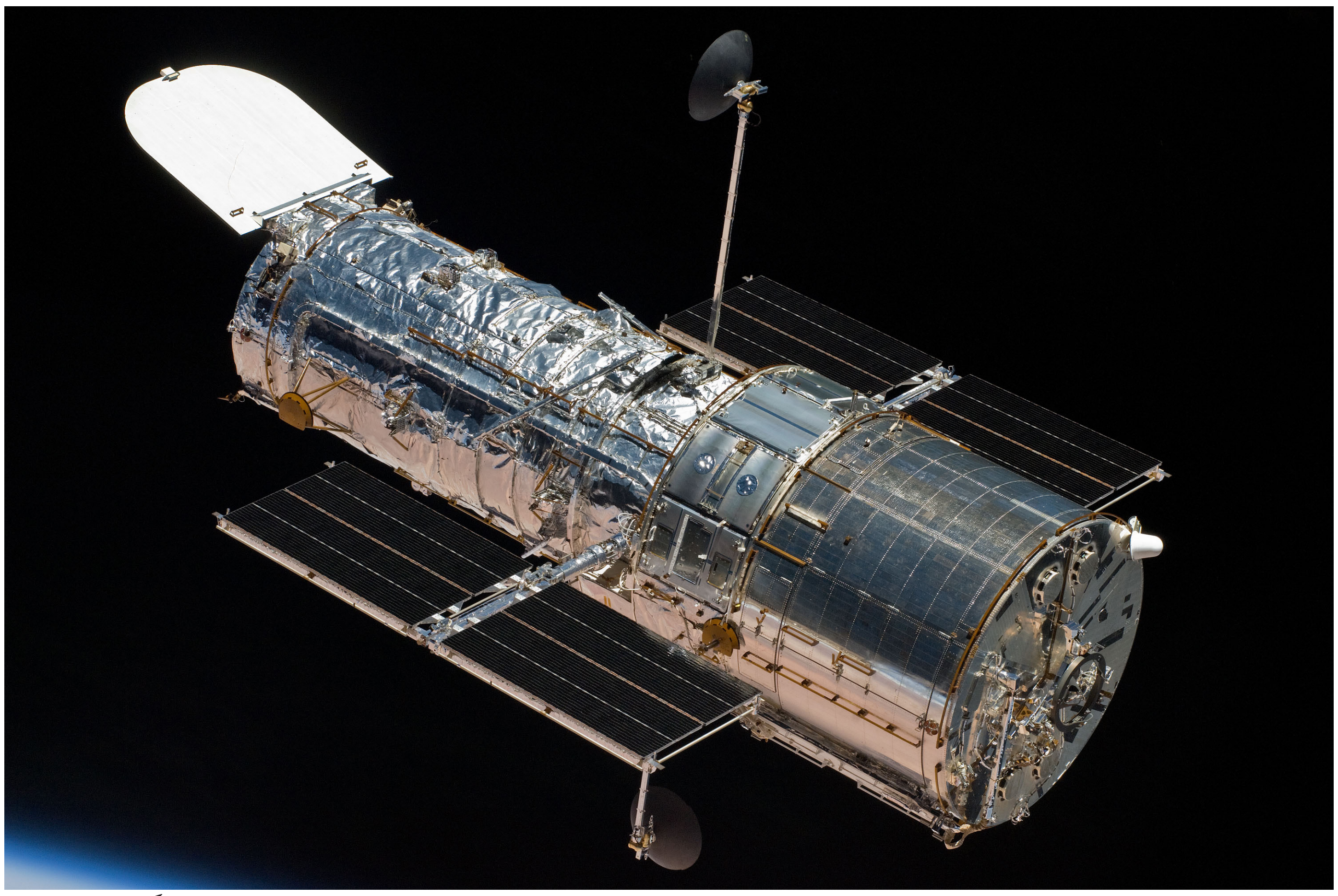

ہم آج جانتے ہیں کہ سورج بھی ایک ستارہ ہے کائنات کے اربوں ستاروں کی طرح۔ اور بہت دور اور بھی کئی نظام شمسی اپنا وجود رکھتے ہیں اس کائنات میں۔ کہیں کسی جگہ زندگی کے آثار بھی ہوسکتے ہیں۔ برونو نے بھی یہی تصور پیش کیا تھا۔ مگر اس وقت کے لوگ بالکل نہیں سمجھتے تھے۔ برونو کا اپنے وقت کے چرچ کی تعلیم کا انکار اسے لادینوں میں شامل کر چکا تھا۔ اور یوں اسے جان سے ہاتھ دھونا پڑا۔ جہاں برونو کو سزا دی گئی وہاں اسی مقام پر آج اس کا مجسمہ بنایا گیا ہے۔ اور آج لوگ اسے ان لوگوں میں شمار کرتے ہیں جنہوں نے چرچ سے آزاد سوچ کو اپنایا۔ کئی صدیاں گزرنے کے بعد محققین نے اس کی تھیوری کی تصدیق کی۔ برونو اس وقت صرف کائنات کی وسعت کا ادراک کرسکتا تھا۔ مگر اس وقت انسان کو اس بات کا کچھ ادراک نہیں تھا کہ ستارے کس چیز سے بنے ہیں۔ اور ہم سے کتنی دور ہیں۔ مگر اس وقت کائنات کو ماپنے کا کوئی پیمانہ نہ تھا۔ اور نہ ہی کوئی ایسا طریقہ کار تھا جس سے ستاروں کی دوری کا اندازہ لگایا جاسکے۔ تقریباً تین سو سال بعد کاسموس کو ماپنے کا طریقہ دریافت کرلیا گیا۔ اندازہ کریں کہ بیسویں صدی میں بھی لوگ یہی سمجھتے تھے کہ پوری کائنات میں ملکی وے ایک ہی مظہر ہے۔

یہ نظریہ ایک بہت ہی قابلِ قدر خاتون کی تحقیق نے تبدیل کر دیا۔ ہنریٹا لیوٹ۔ اس کی 1912ء کی دریافت کے بغیر ہمیں کبھی یہ معلوم نہ ہوسکتا تھا کہ کائنات کتنی وسیع ہے۔ اس کی تاریخ ایک صدی قبل ہاورڈ کالج کی لیبارٹری سے شروع ہوئی۔ یہ عورتوں کے ایک گروپ سے تعلق رکھتی تھی جو سائنس دانوں کے تحقیقی کاموں میں مدد دینے کے لئے بنا تھا۔ تب فلکیات کا شعبہ صرف مردوں کی جاگیر ہوا کرتا تھا۔ لیکن ان خواتین کی مدد بھی اس وقت کا تقاضا تھی۔ کہ ان کی صلاحیت سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔ اس وقت آسمان کی فوٹو گرافی سائنسی طریقہ کار سے کی جانے لگی تھی۔ اور ہزاروں تصویروں کی جانچ پڑتال بڑی باریک بینی سے کی جارہی تھی۔ یہ کیمبرج کی خواتین کا کام تھا۔ کہ ہزاروں ہزار ستاروں کو ان روشنی کی اعتبار سے درجہ بندی کی تھی۔ اور سالہا سال تک ہنریٹا بیس دوسری خواتین کے ساتھ مل کر ان تصویروں پر غور کرتی رہتی۔ وہ ستاروں کو ان کی روشنی کے اعتبار سے درجہ بندی کرتی ان پر نوٹس تیار کرتی۔ مگر ان کو ڈیٹا کی وضاحت کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ ہنریٹا نے اپنی محنتِ شاقہ اور توجہ کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ وہ بڑی محنت کرتی اور احتیاطی پہلو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیتی۔ اور اس مزید توجہ سے کامیابی کی طرف بڑھتی۔ اس کا مرکزی کارنامہ وقتاً فوقتاً ستاروں کی تبدیلی کا تجزیہ کرنا تھا۔ ستارے واقعی طور پر اپنی روشنی میں تبدیلی کرتے تھے۔ اور اس نے نوٹ کیا روشنی کا تبدیلی کا موسم براہِ راست ستاروں کی روشنی سے تعلق رکھتا ہے۔ روشنی کا تبدیلی کا دور جتنا زیادہ ہوتا ستارہ اتنا ہی زیادہ روشن ہوتا۔ اور تبدیلی کا دور جتنا مختصر ہوتا اتنا ہی ستارہ کم روشن ہوتا۔ یہی وہ پیمانہ تھا جس سے لامحدود کائناتی وسعت کو ماپا جاسکتا تھا۔ روشنی کی کمی بیشی سے ستاروں کی اصل روشنی کا اندازہ لگایا جاسکتا تھا۔ جیسے ایک بلب ہوتا ہے۔ جس کی روشنی ہمیں معلوم ہوتی ہے کہ وہ کتنی طاقت ہے۔ بہت دور کا ستارہ ایسا ہی ہے جیسے ایک بہت چھوٹا طاقت والا بلب۔ اور اس کی روشنی سے اس کی دوری کا حساب لگایا سکتا ہے۔ مگر ہنریٹا کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اس کا دریافت کردہ طریقہِ کار آنے والے سائنس دانوں کو کتنا موثر طریقہ کار سکھا گیا ہے۔ دو سال بعد ایک اور مشہور ماہر فلکیات ایڈون ہبل نے ہنریٹا کے کلیہ کو استعمال کرتے ہوئے یہ تحقیق کی کہ ملکی وے کائنات میں کوئی ایک ہی کہکشاں نہیں ہے۔ اور اس کے خیال میں یہ کائنات اربوں نوری سالوں پر محیط ہے۔ اس کا نام ایک بہت بڑی ٹیلی سکوپ سے جڑا ہے جس نے تیس سالوں سے کائنات کے متعلق ہمارا نظریہ تبدیل کر کے رکھ دیا ہے۔ یہ دنیا کی سب سے مشہور ٹیلی سکوپ ہے۔ ہبل سپیس ٹیلی سکوپ۔ جو اپنی تصویروں سے کائنات کے متعلق ہمارے نظریہ کو اختراعی رنگ دے رہی ہے۔ لیکن یہ ابھی کچھ امیدوں پر پورا نہیں اتر رہی۔ اس میں کچھ تکنیکی خامیاں ہیں۔ ہبل اتنی مہنگی ٹیلی سکوپ ہے کہ اس کی مرمت خلاء میں ہی ہونا سود مند ہے۔ کیونکہ آج تک کسی بھی ٹیلی سکوپ نے کائنات کی اتنی دوری کی تصویریں نہیں بنائیں تھیں۔ جو ہبل بنا رہی تھی۔ ساتھ ہی کچھ ایسی کائنات کی منظر کشی بھی کر رہی تھی جن کو ہم اپنی آنکھ سے اس ٹیلی سکوپ کی مدد سے بھی شناخت کر سکتے تھے۔ جو ناقابلِ تصور حد تک دور کے مناظر تھے۔ مثال کے طور پر ایک تکونی کہکشاں جو تقریباً پچیس ٹریلیئن کلومیٹر دور تھی۔ ٹیلی سکوپ اب مزید دوری کے مناظر بھی اپنی آنکھ سے دیکھ رہی تھی۔ اس کے شیشے ہماری آنکھ سے ہزاروں گنا زیادہ روشنی سمو رہے تھے۔ اس کے مقابلے میں ہم زمین پر فکس ٹیلی سکوپ سے ہبل کی ایجاد سے پہلے ہزاروں گنا دور

خلاء میں دیکھ رہے تھے۔لیکن زمین سے کائنات کو مشاہدہ کرنے کا ایک نقصان تھا۔منظر بادلوں کی وجہ سے دھندلا جاتا تھا۔ اسی وجہ 24 اپریل 1990ء کو ایک خلائی جہاز کے ذریعے ہبل خلاء میں روانہ کر دی گئی۔ زمین کے مدار سے باہر 500 کلومیٹر اوپر ہبل نے ایسی تصویریں بنائیں جن کی پہلے مثال نہیں ملتی تھی۔ پہلی تصویر نے سب کو چکرا کے رکھ دیا تاتی بڑی ٹیلی سکوپ کا شیشہ خراب تھا۔ہبل کو عینک یعنی ایک اور شیشے کی ضرورت تھی۔شیشے میں خرابی یہ تھی کہ تصویر دھندلا آتی تھی۔ کچھ ماہرین نے کہا کہ مرمت بہت مہنگی ہوگی۔مشن کی ناکامی نظر آنے لگی تھی۔مشن کے آغاز سے تین سال بعد خوش قسمتی سے خلاء باز شیشے کی درستگی کے قریب جانے لگے تھے۔ٹیلی سکوپ کو ایک عینک کی ضرورت تھی۔ اور یہ کامیابی سے انجام پا گیا تھا۔تب سے ہبل خلاء کی دور کے مناظر کی تصویریں بھیج رہی ہے۔ خلاء کے کچرے والے بادلوں سے لے کر ستاروں کے ٹوٹنے کے عمل تک کی۔ اور ایسی کہکشاؤں کی جن کا پہلے تصور بھی نہیں کیا سکتا تھا۔ہبل میں اتنی صلاحیت تھی کہ وہ نظر آنے والی حد تک جا سکتی تھی۔ ہر طرف صاف نظر آنے والی تاریکی تھی۔ 100 گھنٹے ہبل نے ہزاروں ایسی کہکشاؤں کی تصویریں بھیجیں جو اتنی دور تھیں کہ کسی نے کبھی نہیں دیکھی تھیں۔ہبل کی وجہ سے انسانی آنکھ کی وسعت خلاء کو دیکھنے کی دگنی ہوگئی تھی۔ پہلے کی نسبت زمین پر لگی ٹیلی سکوپ کے مقابلے میں۔ہبل نے 12 ارب سال پرانے سگنلز پکڑنے شروع کر دیئے۔ روشنی کو ہم تک پہنچنے میں کچھ وقت لگتا ہے۔ سورج کی روشنی کو ہم تک پہنچنے میں آٹھ منٹ لگتے ہیں۔ ستارہ زیرئیس جو سب سے روشن ہے اس کو آٹھ سال درکار ہیں زمین تک پہنچنے میں۔ اور جو روشنی کہکشاں آنڈرومیڈا سے آتی ہوئی نظر آرہی ہے۔ وہ 2.5 ملین سال پرانی ہے۔ ہم جتنا خلاء میں دور نکلتے جائیں گے اتنا ہی ہم ماضی کے قریب ہوتے جائیں گے۔ کائنات کا آغاز جو اچانک رونما ہوا۔ ہم کیسے وہاں تک دیکھیں جہاں ہمیں کائنات کی عمر معلوم ہوجائے۔ جو 13.8 ارب سال پرانی ہے۔ کیا ہم ہبل کی مدد سے کائنات کا وہ کنارہ معلوم کر سکتے ہیں۔ انجینئرز پوری کوشش کر رہے ہیں۔ اس حد تک پہنچنے کی۔

انہوں نے ایک نیا اور جدید کیمرہ بنا لیا ہے۔ 2002ء میں خلائی جہاز نے بڑے مہنگے خلائی سفر کا آغاز مہنگے سامان کے ساتھ کیا۔ہبل پھر نئے آلات وصول کرنے والی تھی۔ اس مرتبہ ہبل کو 300 گھنٹے والے انتہائی تاریک سمت کی طرف کام پر لگا دیا گیا تھا۔تب ہبل نے ایک بہت ہی دور کی کہکشاں کی تصویر لی۔ یہ روشنی کائنات کے ابتدائی دور کی ہے۔ تب ہبل نے کائنات کے کنارے کی ایک تصویری کیچ کی۔ 2009ء میں ہبل ٹیلی سکوپ سے آخری دفعہ بہت سی امیدیں وابستہ تھیں۔ اس کے بعد مزید تجربات کا کوئی منصوبہ نہیں تھا۔کیونکہ ٹیلی سکوپ کی انتہائی صلاحیت استعمال ہو چکی تھی۔ پس ہبل ہمیشہ سے ایک ایسی ٹیلی سکوپ رہے گی جس نے ہمیں دنیا کے کنارے کو دیکھنے کے قابل بنایا۔ اس سے فرق نہیں پڑتا کہ ہم کون سی نئی ٹیلی سکوپ بناتے ہیں۔ اس حد سے دور نہیں جا سکتے اس حد سے آگے جو کچھ بھی ہے وہ ہم سے پوشیدہ رہے گا۔ ہم دوسری تمام مخلوقات کی طرح ہیں جو کائنات میں ہیں۔ اس طرح کائنات میں ہر نقطہ ایک مرکز کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور یہ مشاہداتی ذرائع کا مرکز ہوتا ہے۔ جو کائنات کا مشاہدہ کرنے کے لئے توجہ اپنی جانب مبذول کرواتا ہے۔ مگر اس کی روشنی کو ہم تک پہنچنے میں ٹائم لگتا ہے۔ یہ ہماری نظر کی حد ہے کہ اس تک نہیں پہنچ پاتی۔ کائنات کے سمندر میں کہیں نہ کہیں افق تو ہے ہی۔صرف ہم اس کے پیچھے نہیں دیکھ سکتے کہ اس افق کے پار کیا ہے۔ اس لئے ہم ہمیشہ یہ سوال کرتے ہیں کہ افق کے اس پار کیا چھپا ہوا ہے۔ آیا کہ کائنات یا کاسموس ہمیں محدود نظارہ دکھاتی ہے یا پھر ہمارے اور کائنات کے درمیان کوئی دیوار ہے۔ انسانی تجسس کسی حد کو قبول نہیں کرتا۔تحقیق اور دریافت کی صلاحیت کی بدولت ہم ہمیشہ نئی دنیا کو تلاش کرتے چلے جائیں گے۔ یہ بات درست ہے کہ کائنات کی حد کے درمیان جو دیوار حائل ہے وہ بہت ہی اونچی ہے۔ شائد ہم کبھی اس دیوار کے اس پار نہ دیکھ سکیں۔ مگر جہاں افق ختم ہوتا ہے ہماری تحقیق وہاں رکتی نہیں۔محقق ایسے نئے طریقوں پر کام کر رہے ہیں کہ کسی طرح یہ معلوم کیا جائے کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے۔ ایک طریقہ اس کائنات کو سمجھنے کا یہ ہے اس کو تو ڈائمینشنل فرض کر لیا جائے اس طرح ہر چیز سیدھا ایک ہی رخ پر حرکت کرتی رہے گی۔ مگر اس سے باہر نہیں۔ لیکن اس طرح ہم اپنے افق کو ایک دائرہ کی شکل میں مشاہدہ کر سکتے ہیں اس کائنات کے پیچھے لامتناہی پھیلی ہوئی کائنات کا پھر ایک سلسلہ ہے۔ ایک جہاز کو جو روشنی کی رفتار سے بھی تیز سفر کرتا ہو۔ وہ بھی اس کے کنارے تک نہیں پہنچ سکتا۔ لیکن ایک بالکل مختلف واقع بھی ہوسکتا ہے اگر یہ کائنات زمین کی طرح گول ہے ایک بہت بڑے گیند کی طرح تب تو یہ لامحدود نہیں ہے۔ اور جہاز گھوم کر اس کا پورا چکر لگا کر واپس اسی جگہ پر آجائے گا۔ ایسا بڑا گیند اور اس کا کنارہ تلاش کرنے کا ثبوت پیش کرنا بڑا مشکل ہے۔ یہ تصور کرنا بڑا مشکل ہے کہ ہماری اپنی عمومی تھری ڈائی مینشنل کائنات بھی گول ہوسکتی ہے۔ محققین ہماری نظر آنے والی کوشش کے مطابق ہی کنارہ ڈھونڈنے کے ثبوت اکٹھے کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جبکہ مشاہدات یہ اشارہ کر رہے ہیں کہ کائنات بالکل سیدھی یعنی گول نہیں ہے۔ مگر یہ سوال تو جوں کا توں ہے کہ کائنات محدود ہے کہ لامحدود۔ اگر بگ بینگ محدود کائنات میں ہی کہیں ہوا ہے۔ تو پھر یہ کائنات لامحدود نہیں ہوسکتی اگر یہ محدود ہے یعنی گول تو ہمیں اس کی وہ جگہ جہاں سے گول ہونا شروع ہوتی ہے اس کا ماپ لینا چاہئے۔ مگر ہم ماپ نہیں لے سکتے۔ ایک اندازے کے مطابق اس کا رداس کی پاور چھیاسی ہے۔ یعنی ایک کے ساتھ چھیاسی صفر لگالیں۔ یا شاید پھر یہ لامحدود ہے۔ اب ہمیں مزید اور تحقیق کرنی ہوگی۔ ہمیں کائنات میں ہر طرف تحقیقی نظر ڈالنی ہوگی۔ ماہرین، شوقین ہر قسم کے لوگ جتنا دور جا سکتے ہیں اس کام میں اپنا حصہ ڈالیں۔ اپنی اپنی صلاحیت کے مطابق۔ اور کائنات کا ہر پیغام جو کائنات سنائی دے اس کو پڑھیں اس پر تحقیق کریں۔ ہمیں ہر حد اور ہر راز کی تلاش کرنی ہوگی۔ جو اس خلاء اور وقت کے سمندر میں چھپا ہوا ہے۔ جس کو ہم کائنات کہتے ہیں۔

بقیہ: رؤیت ہلال ...... از صفحہ 5

گا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:۔

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:"مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ انْتِفَاخُ الْاَهِلَّةِ، حَتَّى يُرَى الْهِلَالُ لِلَيْلَتِهِ، فَيُقَالُ: هُوَ لِلَيْلَتَيْنِ"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"قرب قیامت کی علامات میں سے یہ بھی ہے کہ چاند معمول سے بڑا اور ابھرا ہوا نظر آئے گا۔ یہاں تک کہ پہلی رات کے ہلال کو دیکھ کر کہا جائے گا کہ یہ تو دو راتوں کا چاند ہے۔"

(المعجم الاوسط للطبرانی:6864)

علم ہیئت اور فلکیات کے اصولوں کے مطابق رویت ہلال

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ رویت ہلال کا طریق قبل اسلام سے رائج تھا۔ لیکن جب مسلمانوں نے علم ہیئت و فلکیات میں ترقی کی تو انہوں نے چاند کی Visibility کا انحصار اس کے زاویہ پر رکھا۔موجودہ زمانہ میں علم فلکیات کی غیر معمولی ترقی کے بعد ہیئت دانوں اور ماہرین نے جو اصول وضع کیے ہیں اس سے درج ذیل راہنما اصول اخذ کرتے ہوئے چاند کی visiblity کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے:۔

ا۔ چاند کی پیدائش سے مراد Astronomical New Moon ہے۔ اسے Conjunction بھی کہا جاتا ہے۔ یہ وہ مرحلہ ہے جب زمین، چاند اور سورج ایسے زاویہ پر ہوتے ہیں کہ اس وقت ظاہری آنکھ سے چاند نظر آنا ممکن نہیں۔ پس سائنسی لحاظ سے چاند کی محض پیدائش رؤیت ہلال کے لئے ناکافی سمجھی جائے گی۔

1۔ Conjunction سے ہلال بننے تک۔ چاند کی پیدائش کے بعد عمر کم از کم 20 گھنٹے ہونا ضروری ہے۔ لیکن صرف اتنی شرط بھی ناکافی ہے اور اس بات کا امکان موجود ہے کہ چاند کی پیدائش کی عمر بیس گھنٹے ہونے کے باوجود ظاہر آنکھ سے نہ دیکھا جاسکے۔

3۔ اس کے لئے ایک اور اصول وضع کیا گیا ہے کہ چاند کی پیدائش کے بعد عمر 20 گھنٹہ سے زائد ہو اور غروب آفتاب کے بعد چاند کم از کم 20منٹ تک افق پر موجود رہے اور ایک خاص زاویہ پر ہو تو ایسا چاند ظاہری آنکھ سے نظر آنا ممکن ہے۔

رؤیت کی شرط رکھنے میں حکمت

امام الزماں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رؤیت ہلال کے ضمن میں ایک اور نہایت لطیف نکتہ بیان فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"سو یہ بڑی سیدھی بات اور عوام کے مناسب حال ہے کہ وہ لوگ محتاج منجم و ہیئت دان نہ رہیں اور چاند کے معلوم کرنے میں کہ کس تاریخ نکلتا ہے اپنی رؤیت پر مدار رکھیں صرف علمی طور پر اتنا سمجھ رکھیں کہ تیس کے عدد سے تجاوز نہ کریں اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ رؤیت کو قیاساتِ ریاضیہ پر فوقیت ہے"

(سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 192)

سائنسی ترقی اور ایجادات کے موجودہ دور میں جہاں اس بات کی ضرورت ہے کہ مروجہ سائنسی ذرائع سے ہم آہنگ ہوتے ہوئے فلکیاتی علوم سے استفادہ کیا جائے وہاں امام الزماں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق رؤیت کو فوقیت دیتے ہوئے چاند دیکھنے کی کوشش کرنی چاہیے اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے ہر قمری مہینہ کا آغاز خیر و برکت اور امن و سلامتی کی دعا سے کرنا چاہیے۔

اَللّٰهُمَّ! اَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ، رَبِّي وَرَبُّكَ اللّٰهُ

محمد عمر تماپوری۔ انڈیا

شفیق اور مہربان خاوند

شفیق اور مہربان خاوند رحم دلی، عفو، درگزر، امن و سلامتی کا پیش خیمہ اور ضامن ہے۔ اس کی شروعات بھی اپنے گھر سے ہونی چاہئے اس سلسلہ میں سیرت رسولؐ ہمارے لئے ایک بہترین نمونہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر آخری خطبہ میں فرمایا تھا۔

''اے لوگو تم پر تمہاری عورتوں کا حق ہے اور تمہاری عورتوں پر تمہارا حق ہے۔ تمہاری اجازت کے بغیر وہ کسی سے تعلقات نہ رکھیں اور بدکاری سے پرہیز کریں۔ اگر وہ ایسا کریں تو اللہ تعالیٰ اس کی اجازت دیتا ہے کہ انہیں گھروں میں علیحدہ رکھیں۔ لیکن انہیں سزا دینے میں بے رحمی اور ظلم کا طریق نہ اپنائیں۔ اگر وہ تمہارے حقوق ادا کریں تو ان کا بھی حق بنتا ہے کہ تم بھی ان کے حقوق ادا کرو۔ وہ تمہاری شریک حیات اور رفیق کار ہیں۔ یاد رکھو تم نے اللہ کے بھروسہ اور اس کی اجازت سے انہیں شریک حیات بنایا ہے۔''

اور اسی خطبہ میں آپؐ نے تین دفعہ فرمایا۔اِتقوا اللّٰہ فی النِساءِ،اِتقوا اللّٰہ فی النِساءِ،اِتقوا اللّٰہ فی النِساءِ (ترمذی)

اے لوگو! عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو۔ اے لوگو! عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو، اے لوگو! عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کے موقع پر قرآن کریم میں سے جن آیات کریمہ کا انتخاب فرمایا ہے ان میں پانچ دفعہ اِتقوا اللّٰہ کے الفاظ آئے ہیں۔ بار بار تنبیہ کی گئی ہے کہ اللہ سے ڈر کر زندگی بسر کرو۔ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی محاسبہ کرنے والا نہیں۔ اس کی گرفت سے کوئی بھی بچ نہیں سکتا اور اس کی گرفت بڑی سخت ہوتی ہے۔ واللّٰہُ یَعلَمُہ مَافِی الصُّدُورِ اور اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں جو باتیں مخفی ہیں انہیں بھی اچھی طرح جانتا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواجی زندگی کی ابتدا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ سے شادی کے بعد ہوتی ہے۔ جو محبت، اخلاص، احترام، پسندیدگی، شفقت، باہمی امداد اور تعاون سے بھرپور تھی اور سب سے زیادہ اس بے مثال اپنائیت پر مبنی تھی جو حضرت خدیجہؓ کے وصال کے کافی عرصہ بعد بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری لمحات تک باقی رہی۔ اپنوں اور غیروں کی متفقہ رائے ہے جس کا اظہار کئی موقعوں پر برملا طور پر ہوا ہے۔ اِنکَ لَعلیٰ خُلقٍ عظیم کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی خلیق اور رحم دل، فیاض اور اعلیٰ ظرف، صاحب فکر، صاحب الرائے، دیانت دار، امین، مخلص، وفادار، روادار اور قابل اعتماد انسان تھے۔ آپؐ اچھائی کو پسند کرتے تھے اور برائی سے نفرت کرتے تھے۔ آپؐ کے مزاج میں ذوق ظرافت تو تھا لیکن اس کی شدت کو پسند نہیں کرتے تھے۔ آپؐ مذاق تو کرتے تھے لیکن بہت احتیاط برتتے تھے کہ کسی طرح بھی دل شکنی نہ ہو۔ آپؐ سادہ مزاج مگر ثابت قدم تھے۔ انتہائی دانشمندی کے باوجود منکسرالمزاج تھے۔ آپؐ صلعم اخلاقات کا مجسم پیکر تھے۔ اور ہر اس شخص کے لئے رحمت تھے جس سے آپؐ کا تعلق رہا ہو یا نہ رہا ہو۔

ذاتی کردار کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرسکون ازدواجی زندگی کا دوسرا راز آپؐ کا آپسی صلاح ومشورہ اور باہمی امداد کی عادت تھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی نازل ہوئی تو آپؐ مشورہ کرنے کے لئے اپنی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہؓ کے پاس تشریف لائے اور حضرت خدیجہ نے بھی پرسکون اور ہمدردانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے فرمایا:

''خدا کی قسم ربّ العزت آپ کو مصیبت میں نہیں ڈالے گا۔ آپ اپنے عزیز واقارب کے ساتھ مہربانی سے پیش آتے ہیں۔ قول کے سچے ہیں۔ کمزوروں اور بے کسوں کا خیال رکھتے ہیں۔ مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں۔مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھریلو کاموں میں بھی مدد کرتے تھے۔ اپنی ازدواج مطہرات کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے افراد کی خدمت میں بھی مصروف رہتے تھے اور جب نماز کا وقت آتا تو وضو کر کے نماز کے لئے چلے جاتے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی اپنی کسی بیوی پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ پر لوگوں نے تہمت لگائی اور نامعقول وغیرشائستہ روّیہ اختیار کیا تو ایسے نازک وقت میں بھی آپؐ نے انتہائی صبروتحمل کا مظاہرہ کیا۔

یہ مثالیں اس اظہار کے لئے کافی ہیں کہ مصیبت اور پریشانی کے وقتوں میں بھی اگر کردار کی اعلیٰ ظرفی، باہمی صلح ومشورہ اور لطف وکرم، چاہت، مفاہمت، پختگی اور مستقل مزاجی یکجا ہو تو اس سے ہر احمدی خاندان میں امن وسکون کا بول بالا ہو جائے گا اور دوسروں کے لئے بھی نمونہ ہوں گے۔

نصیر احمد شاہد۔ مبلغ انچارج فرانس

فرانس میں اسلام احمدیت کا تعارف

جامع مسجد پیرس کے ریکٹر سے ملاقات

7 مارچ بروز سوموار پروگرام کے مطابق پیرس کی بڑی مسجد کے ریکٹر مکرم شمس الدین حافظ سے ملاقات کی۔ خاکسار کے ساتھ نیشنل سیکرٹری امور خارجیہ مکرم طلحہ رشید صاحب بھی تھے۔ یہ ملاقات ایک گھنٹہ سے زائد رہی۔ مکرم شمس الدین حافظ الجیرین نژاد ہیں اور تقریباً دو سال سے اس ذمہ داری کو نبھا رہے ہیں۔ اور یہ ذمہ داری الجزائر حکومت تعاون سے انہیں سونپی گئی ہے۔

خاکسار کی ان سے ملاقات ایک فنکشن میں ہوئی تھی۔ مختصر تعارف ہوا اور رابطہ رکھنے کی باہمی خواہش کا اظہار ہوا۔ انہوں نے ذکر کیا کہ پیرس کی اس بڑی مسجد کی صدسالہ تقریب منانے کا پروگرام بنا رہے ہیں۔ یاد رہے کہ حضرت مصلح موعودؓ کے 1924 کے سفر یورپ کے دوران جب فرانس کی سرزمین کو شرف بخشا تھا تو اُس وقت اس زیر تعمیر مسجد کا وزٹ بھی کیا تھا جس کا چرچا اس وقت کے اخبارات میں ہوا تھا۔ خاکسار نے اس حوالہ سے انہیں بتایا کہ اس مسجد سے متعلق بعض ایسی تاریخی معلومات و تصاویر ہمارے پاس ہیں جو آپ کے پاس یقیناً نہیں ہوں گی۔ انہوں نے تعجب کیا۔

ہم جب ملنے گئے تو موصوف نے ہمارا پرتپاک استقبال کیا۔ کافی بھی پلائی۔ بڑی تسلی اور دلچسپی سے ہماری گفتگو کو سنا۔ ہم نے حضرت مسیح موعودؑ کا دعویٰ، جماعت کا قیام، مسلمانوں، عیسائیوں اور ہندوؤں کی طرف سے مخالفت، وفات مسیحؑ، نظام خلافت، اختلاف عقیدہ کی وجہ سے مظالم کے ادوار، افریقہ میں تعلیم وصحت کے میدان میں خدمات، ضیاء الحق کے ظالمانہ آرڈیننس اور اسکے اثرات، ایم ٹی اے کا آغاز وترقی کی منازل، ہیومنیٹی فرسٹ کے تحت غریب ممالک اور بطور خاص افریقہ میں خدمت انسانیت کے متعدد منصوبوں، دنیا میں احمدیت کے پھیلاؤ، پاکستان کے علاوہ دیگر ممالک بشمول الجزائر میں حکومتی سطح پر مخالفت کا ذکر کرنے کا موقع ملا۔ عقائد میں اختلاف کی بنا پر ظالمانہ قوانین اور اسلام کے نام پر مظالم پر بڑی حیرت کا اظہار کیا۔

اسکے علاوہ فرانس میں مسلمانوں کی حالت، انکے باہمی اختلافات، ان میں شدت پسند عناصر کی موجودگی اور حکومتوں کی سیاست پر کافی شاکی تھے۔

ملاقات کے آخر پر ہم نے انہیں مشن ہاؤس میں آنے کی دعوت دی اور ''اسلامی اصول کی فلاسفی، عالمی بحران اور امن کی راہ'' سمیت جماعتی کتب تحفتاً پیش کیں۔

عورتوں کے عالمی دن پر ایک کانفرس میں شرکت

8 مارچ کو خواتین کے حقوق کے عالمی دن کے حوالہ سے فرانس میں قائم ایک انٹرنیشنل ایسوسی ایشن L'Ambassadrice نے ''تعلیم، اخوت، ہمدردی، امن اور باہمی اتحاد کے قیام میں عورت کا کردار'' کے موضوع پر نیشنل اسمبلی پیرس کی بلڈنگ میں کانفرس منعقد کی۔ اس تنظیم کی صدر مادام مغیر نائمہ نے خاکسار کو اس میں شمولیت کی دعوت دی۔ اس کانفرس میں مختصر خطاب کیلئے 25 افراد دعوت دی گئی تھی۔ جن میں کوپارلمنٹیریز، میئرز اور مختلف تنظیموں کے سربراہاں شامل تھے۔

تقاریر کرنے والوں نے عموماً خواتین کے حقوق اور قوانین کے حوالہ سے بات کی۔ خاکسار نے اسلامی تعلیمات کے حوالہ آنحضرت ﷺ کی سیرت اور نصائح سے مزین عورت کے مقام، احترام اور مختلف حیثیتوں سے معاشرہ کی بہتری کیلئے اس کے کردار کو بیان کیا۔ کئی مسلمان شرکاء نے خاکسار کے بیان کو بہت سراہا۔

اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کانفرس کے حوالہ سے حضرت چوہدری ظفراللہ خان صاحبؓ کا ایک کتابچہ ''اسلام میں عورت'' اور موجودہ عالمی حالات کی نسبت سے تیسری جنگ عظیم کے حوالہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے انذار اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی پر مشتمل ایک پمفلٹ 50 افراد کو پیش کیا۔ متعدد نئے رابطے بھی ہوئے۔ کوود کی پابندیوں کے باوجود مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والے حاضرین کی تعداد 70 سے زائد تھی۔

ایڈیٹر کے نام خطوط

• مکرم ابن الیف آر بسل لکھتے ہیں:

آج کے شمارے میں مدثر ظفر صاحب کا مضمون ’’سنگاپور (کچرے سے بجلی بنانے والا ملک)‘‘ اپنے اختصار clarity، جدت اور کئی پہلوؤں کے لحاظ سے بہت قابل قدر مضمون ہے۔ چھوٹے سے to the point مضمون میں ملک کی مختصر تاریخ ترقی اور بجلی بنانے کی ایک جدید ٹیکنالوجی کا تعارف اور solid waste management بہت سارے پہلو cover ہو گئے ہیں۔ پاکستان میں بجلی کے 70 فیصد تھرمل اور 30 فیصد ہائیڈل پاور اسٹیشن ہیں اور تھوڑے سے ڈیزل پاور پلانٹ ہیں جو نیشنل گرڈ سے connected ہیں۔ ایک تھرمل پاور اسٹیشن پر fuel کا خرچہ کروڑوں روپے یومیہ ہوتا ہے کچرا بطور fuel پاکستان میں بہت چھوٹے پیمانے پر بعض پرائیویٹ پاور پلانٹس پر استعمال ہوتا ہے۔ ایسے مضامین آتے رہنے چاہئیں۔

ایک اور خط میں لکھتے ہیں:

آج 11 مارچ کے الفضل میں آپ کا پیارا اور قیمتی نوٹ ’’وعلیکم السلام‘‘ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ آپ کی خیر خواہی اور حضور کا الفضل کے تمام متعلقین کو سلام عرض کرنا اور دعا دینا، ان سب خوشکن امور پر دل اللہ تعالیٰ کی حمد سے لبریز ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا نیک اجر دے اور ہم سب کی پریشانیاں اپنے فضل سے دور فرمائے، آمین۔ الفضل خلیفہ ٔوقت کا دست و بازو بن کر آپ کے ذریعے خدمت کی توفیق پا تا رہے، آمین۔

• مکرم رفیع رضا قریشی لکھتے ہیں:

آپ کے توسط سے تمام لکھاریوں کی خدمت میں محبت بھرا اسلام اور بہت دعائیں۔ اچھے اور ایمان افروز مضامین ہر پڑھنے والے کے ایمان کو مضبوط سے مضبوط تر کرنے اور توکل میں اضافے کا باعث بنتے ہیں۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں جہاں نظام جماعت کو بہت سے ذرائع اشاعت اسلام احمدیت کو میہا ہو چکے۔ وہاں الفضل بہت نمایاں کردار ادا کر رہا ہے۔ اور حضوانور کی ہدایات، رہنمائی، نگرانی اور دعا کے نتیجہ میں دن دوگنی رات چوگنی ترقیات کی منزلیں طے کر رہا ہے۔ آپ اور آپ کے کارکنان مبارک باد کے حق دار ہیں۔ خاکسار دعا گو ہے اللہ تعالیٰ خدمت دین کرنے والے تمام کارکنان کو امام وقت کی توقعات پر پورا اترنے کی توفیق دے۔ آمین

• مکرمہ صدف علیم صدیقی۔ ریجائنا کینیڈا سے لکھتی ہیں:

’’جیڑی مہندی رنگ نہ دیوے کی فیرا ودالانا‘‘ پڑھا۔ کیا کمال تشبیہ دی ہے مہندی جیسی ایک دنیاوی سامان آرائش کو جس طرح دینی رنگ سے جوڑا ہے یقیناً ہر قاری نے میری طرح اس سے حظ اٹھایا ہو گا۔ بچپن سے ایک شعر سنتے آرہے ہیں کہ

سرخ رو ہوتا ہے انساں ٹھوکریں کھانے کے بعد
رنگ لاتی ہے حنا پتھر پہ پس جانے کے بعد
(سید غلام محمد)

یعنی انسان کو مقام و مرتبہ حاصل کرنے کے لیے دنیا کی مشکلات و مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس طرح حنا کو رنگ لانے کے لیے پتھر پر پسنا ہوتا ہے۔مہندی کا گہرا رنگ لانے کے لئے ہم خواتین کیا کیا جتن نہیں کرتیں۔ لونگ کی بھاپ، تو کبھی چینی کا شیرہ بنا کر لگاتی ہیں کہ کسی طرح حنا ہاتھوں پر گہرا رنگ لا کر انکی خوبصورتی میں اضافہ کرے اور اس گہرے رنگ کو کبھی شوہر تو کبھی ساس کی محبت سے منسوب کیا جاتا ہے۔ کاش کہ ہم رنگ تقویٰ کے حصول کے لیے بھی اتنی تگ و دو کرنے والے ہوں۔ اسکے گہرا ہونے کے لیے بھی ایسے ہی جدوجہد کریں اور جب تک اس رنگ میں رنگ نہ جائیں ہم چین سے نہ بیٹھیں۔ کاش اس رحمان و الرحیم کی محبت ایسے ہمارے دلوں پہ اپنا پکا رنگ چھوڑ جائے کہ اسکے نقش کبھی نہ چھوٹیں، نہ کبھی وہ رنگ ہلکا ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نہایت خوبصورت شعر ہے کہ

رنگ تقویٰ سے کوئی رنگت نہیں ہے خوب تر
ہے یہی ایماں کا زیور ہے یہی دیں کا سنگار

اللہ تعالیٰ ہمیں اور ان تمام الفضل کے قارئین کو جنہوں نے یہ آرٹیکل پڑھا رنگ تقویٰ میں رنگنے والا بنائے، آمین اللّٰھم آمین

*ایک اور مکتوب میں وعلیکم السلام کے جواب میں لکھتی ہیں: بہت جذباتی کر دینے والا وعلیکم السلام کا پیغام الحمد للہ۔

• مکرمہ صادقہ چوہدری۔ کینیڈا سے لکھتی ہیں:

مہندی یا حنا کے تعارف و وضاحت کی اس اچھوتے انداز سے ایک تصویر بنا کر ہمارے سامنے لا رکھی ہے جس میں رنگا رنگ کے پھول اور بیل بوٹے جیسے کھلتے اور رنگ دیتے جا رہے ہیں کسی میں کسی خدا کے پیارے کی خوشبو آ رہی ہے تو دوسرے میں اللہ کے حبیب نبی پاکؐ کی محور کن ہستی جھلک رہی ہے۔ کیا خوش نصیب ہے یہ حنا کہ تصور کے جہاں میں کہاں کہاں تک پہنچی ہے، ماشاءاللہ۔

• مکرمہ منصورہ فضل من۔ قادیان سے لکھتی ہیں:

ایک بار پھر آپکا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں۔ اتنے اچھے اچھے مضمون روز صبح صبح پڑھنے کو ملتے ہیں۔ صبح اٹھ کر الفضل دیکھنا تو اب روٹین بن گیا ہے۔ اللہ کا بے حد احسان ہے کہ اسکے ذریعہ ہماری آدھی ملاقات کبھی کبھی حضور انور سے بھی ہو جاتی ہے جیسے آج مبارک صدیقی صاحب کی حضور انور سے ملاقات پر مضمون پڑھ کر ہوئی ہے۔ الحمد للہ۔

اللہ تعالیٰ آپکو اور آپکی پوری ٹیم کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہمارے اس اخبار کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرماتا چلا جائے، آمین ثم آمین۔

• مکرم ایم ایم محمود۔ لکھتے ہیں:

آج مورخہ 19مارچ 2022ء کا شمارہ ماشاء اللہ! تنوع سے بھرپور علم و تاریخ کی متفرق سمتوں کا احاطہ کیے ہوئے تھا۔ بارک اللہ فی سعیکم۔

نماز جنازہ حاضر و غائب

مکرم منیر احمد جاوید ۔ پرائیویٹ سیکرٹری لندن یہ اطلاع دیتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مؤرخہ 7/مارچ 2022ء بروز سوموار دوپہر 12 بجے اپنے دفتر سے باہر تشریف لا کر ایک نماز جنازہ حاضر اور چند نماز جنازہ غائب پڑھائے۔

نماز جنازہ حاضر

مکرم دین محمد صاحب (لندن۔یوکے)

24 فروری 2022 کو 86 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ حضرت جان محمد صاحبؓ کے بیٹے اور حضرت حاجی گلاب دین صاحبؓ کے پوتے اور حضرت میاں بوڑا صاحبؓ کے پڑپوتے تھے۔ آپ مکرم مولانا محمد صدیق امرتسری صاحب اور مکرم ابو لطیف احمد صاحب کے چچا زاد بھائی تھے۔ 1964ء میں لاہور سے یوکے آئے۔ مرحوم انتہائی نیک، دیندار، خوش اخلاق اور خدا تعالیٰ کا خوف رکھنے والے ایک بزرگ انسان تھے۔ مرحوم نے اپنا مکان ٹوٹنگ جماعت کو عطیہ کیا جس میں ایک لمبا عرصہ سے بلال سینٹر کے نام سے جماعت کا مرکز قائم ہے۔ آپ گزشتہ 45 سال سے سیکرٹری مال کے طور پر خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ جماعتی تحریکات میں اپنے علاوہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور اپنے والدین کی طرف سے بھی چندہ ادا کرتے تھے۔ ہر ماہ سب سے پہلے اپنی رسید کاٹتے پھر چندہ کی وصولی شروع کرتے تھے۔ نماز باجماعت اور تلاوت قرآن کریم کے پابند تھے اور ہر وقت قرآن کریم جیب میں رکھتے تھے۔ مرحوم کو ہومیو پیتھک کا بھی تجربہ تھا اور احباب کو ادویات مہیا کیا کرتے تھے۔ مرحوم اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ پسماندگان میں ایک بیٹا اور چار بیٹیاں شامل ہیں۔

نماز جنازہ غائب

1- مکرم رفعت احمد صاحب ابن مکرم بشارت احمد صاحب درویش

18 فروری 2022 کو نماز فجر کے بعد انصار اللہ مقامی کے تحت وقار عمل کے لئے عام قبرستان جاتے ہوئے ربوہ اڈہ پر بس کی ٹکر لگنے سے شدید زخمی ہوگئے اور پھر پانچ روز ہسپتال میں داخل رہنے کے بعد 22 فروری 2022 کو 65 سال کی عمر بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم کی ساری زندگی جماعتی خدمت میں گزری۔ وفات سے قبل نائب سیکرٹری تحریک جدید لوکل انجمن احمدیہ کے علاوہ اپنے محلہ میں مختلف عہدوں پر خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ مرحوم صوم وصلوٰۃ کے پابند، سادہ مزاج، ملنسار، خدمت خلق کے جذبہ سے سرشار، ہر ایک سے خندہ پیشانی سے پیش آنے والے ایک نیک اور مخلص انسان تھے۔ چندہ جات کی اول وقت میں ادائیگی کا خاص خیال رکھتے اور خلافت کی طرف سے ہونے والی ہر تحریک پر فوراً لبیک کہتے تھے۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں چار بیٹے اور ایک بیٹی شامل ہیں۔ آپ کے ایک بھائی مکرم پروفیسر رفاقت احمد صاحب آجکل نائب قائد عمومی وشعبہ تاریخ انصار اللہ پاکستان میں اور سب سے چھوٹے بھائی مکرم طاہر احمد کاشف صاحب (مربی سلسلہ) بطور نائب ناظم مال وقف جدید ربوہ خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔

2- مکرم ملک محمد منیر احمد صاحب ابن مکرم ملک محمد اسلم صاحب

12 فروری 2022 کو 85 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم پیشے کے لحاظ سے سول انجینئر تھے اور پاکستان ریلوے میں کام کرتے رہے اور وہیں سے ریٹائر ہوئے تھے۔ مرحوم بہت مخلص اور خلافت سے عقیدت اور محبت کا تعلق رکھنے والے ایک نیک دل انسان تھے۔ چندوں میں بہت باقاعدہ تھے اور مالی سال شروع ہونے کے ساتھ ہی اپنا چندہ ادا کر دیا کرتے تھے۔ مرحوم موصی تھے۔ اپنی زندگی میں ہی حصہ جائیداد کر دیا تھا۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ پانچ بیٹیاں اور ایک بیٹا شامل ہیں۔ آپ اسیر راہ مولیٰ مکرم حافظ طارق احمد شہزاد صاحب (وائس پرنسپل نصرت جہاں کالج) کے سسر تھے۔

3- مکرمہ حمیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم محمد سلیم صاحب

12 فروری 2022 کو 84 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحومہ پنجوقتہ نمازوں کی پابند، تہجد گزار، باقاعدگی سے قرآن کریم کی تلاوت کرنے والی ایک نیک، مخلص اور ہمدرد خاتون تھیں۔ دینی کاموں کو اولیت دیتیں اور بچوں کی تربیت کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ چندہ جات بڑی باقاعدگی سے ادا کرتی تھیں۔ خلافت اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بہت عقیدت کا تعلق تھا۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔

4- مکرم چوہدری عطاء اللہ صاحب یوسف (ہمبرگ۔جرمنی)

گزشتہ دنوں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم نے 1974ء میں خود بیعت کر کے جماعت میں شمولیت اختیار کی اور فطرتاً ایک نیک اور صالح انسان تھے۔ آپ ہمبرگ جماعت کے ایک ہر دلعزیز رکن تھے۔ مالی قربانی میں ہمیشہ پیش پیش رہتے۔ بچوں کی بہت اچھی تربیت کی۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند، بہت ملنسار اور ہمدرد انسان تھے۔ شکر گزاری کی صفت بھی آپ میں نمایاں تھی۔ آپ کے ایک بیٹے مکرم ہارون عطاء صاحب جرمنی میں مربی سلسلہ ہیں۔

5- مکرم سید مشتاق احمد ہاشمی صاحب ابن مکرم سید عطاء حسین شاہ صاحب

16 نومبر 1202 کو 89 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم ضلع فیصل آباد کے ابتدائی کارکنان میں سے تھے۔ بہت ملنسار، منکسر المزاج اور متوازن شخصیت کے مالک تھے۔ آپ نے قائد خدام الاحمدیہ، سیکرٹری تحریک جدید، آڈیٹر، قاضی، سیکرٹری جائیداد، سیکرٹری تعلیم القرآن اور زعیم اعلیٰ انصار اللہ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ ضلع فیصل آباد میں آپ کا عرصہ خدمت 52 سال پر محیط ہے۔ مرحوم مضبوط عزم وہمت کے مالک تھے۔ درود شریف اور استغفار کا ورد کرتے رہتے تھے۔ بینائی سے محروم ہونے کے باوجود جماعتی اجلاسات اور جمعوں کی ادائیگی کے لئے 2018ء تک باقاعدگی سے مسجد جاتے رہے۔ ایم ٹی اے پر خطبہ جمعہ کے علاوہ دیگر پروگرام اور نظمیں بڑے شوق سے سنتے تھے۔

6- مکرم خواجہ بشیر احمد صاحب

18 جنوری 2202 کو 85 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ مرحوم کو لاہور، کراچی اور راولپنڈی میں مختلف خدمتوں کی توفیق ملی۔ راولپنڈی کے دو حلقوں ریلوے روڈ اور ٹیپو روڈ کے ایک لمبا عرصہ صدر بھی رہے۔ لاہور کے حلقہ محمد نگر میں سیکرٹری مال کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ مرحوم نمازوں اور تلاوت قرآن کریم کے پابند تھے۔ بہت شفیق، منکسر المزاج، خلافت کے شیدائی اور نافع الناس وجود تھے۔ مرحوم ایک نڈر اور پرجوش داعی الی اللہ بھی تھے۔ تبلیغ کا جنون کی حد تک شوق تھا۔ مرحوم اللہ کے فضل سے موصی تھے۔ بچوں کی اچھی تربیت کی اور آپ کے سب بچے کسی نہ کسی رنگ میں جماعتی خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔

7- مکرمہ ناصرہ بیگم ظہور صاحبہ (کینیڈا)

6/دسمبر 2021ء کو 89 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحومہ مکرم چوہدری محمد بوٹا صاحب آف سیالکوٹ کی بیٹی اور مکرم غلام احمد خان ظہور صاحب (سابق انسپکٹر بیت المال صدر انجمن احمدیہ ربوہ) کی اہلیہ تھیں۔ کینیڈا آنے سے قبل بطور صدر لجنہ اور جنرل سیکرٹری حلقہ فیکٹری ایریا خدمت کی توفیق پائی۔ جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔ مرحومہ پنجگانہ نماز باجماعت کا باقاعدگی سے التزام کرتی تھیں۔ بہت ملنسار، خوش اخلاق اور نافع الناس وجود تھیں۔ قرآن کریم سے محبت انتہا درجہ کی تھی۔ اپنے گھر میں بچوں کو قرآن کریم بھی پڑھایا کرتی تھیں اور خود بھی روزانہ با آواز بلند تلاوت قران کریم کیا کرتی تھیں۔ خلافت اور جماعت کے ساتھ انتہائی محبت اور عقیدت کا تعلق تھا۔ حضور انور کے خطبات باقاعدگی سے سنتیں۔ چندوں میں باقاعدہ تھیں۔ مرحومہ اللہ کے فضل سے موصیہ تھیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور انہیں اپنے پیاروں کے قرب میں جگہ دے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کی خوبیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق دے۔ آمین

(ادارہ، تمام مرحومین کے لواحقین سے تعزیت کرتا ہے)

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

بیعت کیا ہے؟

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ بیعت ہے کیا۔ اس کی وضاحت میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اقتباس سے کرتا ہوں۔

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’یہ بیعت جو ہے اس کے معنی اصل میں اپنے تئیں بیچ دینا ہے۔ اس کی برکات اور تاثرات اسی شرط سے وابستہ ہیں جیسے ایک تخم زمین میں بویا جاتا ہے تو اس کی ابتدائی حالت یہی ہوتی ہے کہ گویا وہ کسان کے ہاتھ سے بویا گیا اور اس کا کچھ پتہ نہیں کہ اب وہ کیا ہوگا۔ لیکن اگر وہ تخم عمدہ ہوتا ہے اور اس میں نشوونما کی قوت موجود ہوتی ہے تو خدا کے فضل سے اور اس کسان کی سعی سے وہ اوپر آتا ہے اور ایک دانہ کا ہزار دانہ بنتا ہے اسی طرح سے انسان بیعت کنندہ کو اول انکساری اور عجز اختیار کرنی پڑتی ہے اور اپنی خودی اور نفسانیت سے الگ ہونا پڑتا ہے تب وہ نشوونما کے قابل ہوتا ہے لیکن جو بیعت کے ساتھ نفسانیت بھی رکھتا ہے اسے ہرگز فیض حاصل نہیں ہوتا۔‘‘

(ملفوظات جلد ششم صفحہ 173)

مرسلہ: سلویٰ شیریں رانا جرمنی

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

سے جوہمیں پلایا گیا ہے ایک خاص لذّت پاتے ہیں جس کا اندازہ کوئی نہیں کرسکتا بجز ان لوگوں کے جو اس چشمہ سے سیراب ہوں۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 342 ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس جو ہمیں ختم نبوت کا منکر سمجھتے ہیں وہ خود اندھے ہیں اور ان کے دل کھوکھلے ہیں۔ سوائے نعرہ بازی اور فتنہ و فساد کے اور توڑ پھوڑ کے ان کے پاس اور ہے ہی کیا۔ کیا اسلام کا جو پیغام اس وقت جماعت احمدیہ دنیا میں پھیلا رہی ہے وہ اس بات کی کافی دلیل نہیں ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت کے لئے مانگی گئی دعاؤں سے مسیح موعود کی جماعت ہی حصہ لے رہی ہے۔

(خطبہ جمعہ 6 دسمبر 2016)

مصلح موعود کا لقب

سوال: پیشگوئی مصلح موعود میں تو مصلح موعود کا لفظ موجود نہیں ہے۔ مصلح موعود کا لقب کہاں سے لیا گیا؟

جواب: حضرت مسیح موعودؑ نے ہی آنے والے موعود بیٹے کیلئے مصلح موعود کا لفظ استعمال کیا ہے۔ آپؑ نے کل 24 مرتبہ آنے والے موعود بیٹے کو مصلح موعود لکھا ہے

1۔ آپؑ نے کتاب سبز اشتہار، روحانی خزائن جلد 2 میں 14 مرتبہ مصلح موعود کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

2۔ مکتوبات احمد جلد دوم مکتوب نمبر 49 بنام حضرت حکیم مولوی نورالدینؓ میں 9 مرتبہ موعود بیٹے کو مصلح موعود لکھا ہے۔

3۔ اشتہار تکمیل تبلیغ مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 208 میں بھی آنے والے بیٹے کو مصلح موعود لکھا ہے۔

مرسلہ: عدنان ورک

چھوٹی مگر سبق آموز بات

اصلاح معاشرہ اور خود احتسابی

اصلاح معاشرہ کے نام پر عام طور پر کہنے کو تو مختلف تنظیموں اور اجتماعات میں مجموعی طور پر کام ہو رہا ہوتا ہے مگر دیکھا جائے تو کوئی نمایاں اثر نظر نہیں آتا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ دراصل ہر شخص کو اپنے سے زیادہ دوسروں کی فکر رہتی ہے۔ دوسروں کی عیب جوئی میں تنقید و تبصرہ کرنے کی بجائے ہر شخص اپنا محاسبہ کرے اور سچائی و ایمانداری سے اپنی کمزوریوں کو درست کرنے کا پختہ ارادہ کرتے ہوئے عمل کرے تو وہ سمجھ لے کہ اسی وقت معاشرے کی سدھار کا عملی کام شروع ہوگیا ہے۔ مثلاً آپ کا محلہ اس وقت تک صاف نہیں رہ سکتا جب تک آپ خود اپنے گھر اور اس کے گرد و نواح کو صاف اور پھول پودوں سے مزیّن نہ کرلیں۔

(ناصرہ احمد۔ کینیڈا)

فقہی کارنر

لڑکی کو نصف حصہ دینے کی حکمت

قرآن کریم کا حکم ہے تمہاری اولاد کے حصوں کے بارے میں خدا کی وصیت ہے کہ لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ دیا کرو۔ اس حکم کی حکمت بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا:

یہ اس لئے ہے کہ سسرال میں جاکر ایک حصہ لیتی ہے۔ پس اس طرح سے ایک حصہ ماں باپ کے گھر سے پاکر اور ایک حصہ سسرال سے پاکر اس کا حصہ لڑکے کے برابر ہو جاتا ہے۔

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 212 حاشیہ)

(داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ یوکے)

طلوع وغروب آفتاب

30مارچ2022ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		04:59	18:35
مدینہ منورہ	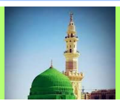	04:57	18:37
قادیان		04:58	18:46
ربوہ		04:38	18:26
اسلام آباد ٹلفورڈ		05:14	19:32